REGD No P. 67

رجسٹرڈ نمبر پ ۶۷

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۸ فروری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۲۴ فروری کی رپورٹ مظہر ہے کہ

حضور انور کا ٹمپریچر تو اب بفضلہ تعالیٰ نارمل ہے لیکن کھانسی ابھی چل رہی ہے اور ضعف بھی ہے۔

احباب جماعت دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور ایدہ اللہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

ربوہ ۲۲ فروری محترمہ سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم سیدنا خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی عام طبیعت تو بفضلہ تعالیٰ پہلے سے بہتر ہے لیکن ابھی کمزوری بہت ہے۔ خاص طور پر سر میں ضعف کی شکایت ہے۔ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کو کل پھر ٹمپریچر ۹۹.۲ ہو گیا کھانسی کی تکلیف بدستور ہے اور ضعف بھی زیادہ ہے احباب جماعت دعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ ہر دو بزرگ ہستیوں کو اپنے فضل سے شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔ آمین

قادیان ۲۸ فروری۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

قسط ۱

دنیائے عیسائیت میں زلزلہ کا ایک اور شدید جھٹکا!

امریکی پادری جیمز البرٹ پائک کی عیسائی عقائد پر تنقید

از مکرم مسعود احمد صاحب بی۔ اے دہلوی ایڈیٹر رسالہ انصار اللہ ربوہ

انیسویں صدی کے اواخر سے جب حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر عیسائیت کے زوال پذیر ہونے اور بالآخر اس کے نابود ہو جانے کی پیشگوئی فرمائی تھی خود دنیائے عیسائیت میں پے در پے ایسی تحریکیں اٹھتی چلی آ رہی ہیں جن کا مقصد مروجہ عیسائی عقائد کو مضحکہ خیز اور ناقابل قبول ثابت کر کے عیسائی عوام کو ان سے نجات دلانا ہے اس بارہ میں سب سے پہلے آزاد خیال عیسائی مفکرین سائنسدانوں اور فلسفیوں نے مروجہ عیسائی عقائد کے خلاف آواز اٹھائی اور ان عقائد کی بنا پر عیسائیت کو سراسر ناقابل عمل ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دوسری تحریک مغرب میں بود و باش رکھنے والے دہریوں کی طرف سے اٹھی انہوں نے بھی مروجہ عیسائی عقائد پر کڑی تنقید کر کے ان کا خوب ہی مذاق اڑایا۔ ایک عرصہ تک ان ہر دو تحریکوں کی طرف سے عیسائیت کے خلاف مسلسل لٹریچر شائع ہوتا رہا۔ مغربی کلیسا نے ان تحریکوں کو بے دینی اور لامذہبیت کے مختلف روپوں سے تعبیر کر کے انہیں درخور اعتنا نہ سمجھا اور کلیسا اپنی جگہ اس خیال میں مگن رہا کہ بالآخر وہ اس مخالفانہ رو پر قابو پا لے گا لیکن اس کا یہ خیال، خیال خام ثابت ہوا۔ اور مغرب میں یہ تحریکیں بدستور بڑھتی اور پھیلتی چلی گئیں اور کلیسا ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے مصداق ان تحریکوں کو پھلتے پھولتے دیکھتا رہا اور آج بھی دیکھ رہا ہے۔

ان تحریکوں کے زیر اثر مغرب کے عیسائی عوام کی عیسائیت سے روز افزوں بیزاری سے گھبرا کر اب خود وہاں کے کلیسا میں ایک خاصا بااثر اور طاقتور طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو اس بات کا موید ہے کہ عیسائیت کو ایک مذہب کی حیثیت سے "زندہ رکھنے" کے لئے یہ امر ناگزیر ہے کہ مروجہ عیسائی عقائد پر نظر ثانی کر کے ان میں سے پیچیدہ اور ناقابل فہم عقائد کو یا تو سرے سے ترک کر دینا چاہیئے یا ان کی ایسی توجیہہ کر اپنا لینا چاہیئے کہ جو موجودہ سائنسی دور میں لوگوں کے لئے قابل قبول ہو۔ یہ طبقہ چھوٹے موٹے بے حیثیت عیسائی پادریوں پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس میں بڑے بڑے نامی گرامی بشپ اور ان سے بھی اونچے درجے کے پادری شامل ہیں۔ یہ نامی گرامی پادری ان ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں جن پر کلیسا کی عمارت قائم ہے۔ ان پادریوں کے خود عیسائی عقائد کے خلاف برملا آواز اٹھانے سے آج کل کلیسا کے اندر ایک زلزلہ آیا ہوا ہے جس کے جھٹکے وقفہ وقفہ سے محسوس ہو کر اس کو بنیادوں سے ہلا رہے ہیں اور لگ یہ رہا ہے کہ بالآخر کلیسا کی عمارت ان جھٹکوں کی تاب نہ لا کر زمین بوس ہو رہے گی

مغربی کلیسا میں اس قسم کے زلزلہ کا پہلا جھٹکا اس وقت محسوس ہوا جبکہ برطانیہ میں برمنگھم کے بشپ ارنسٹ ولیم بارنز (ERNEST WILLIYM BORNES) نے بشپ کے نہایت معتبر عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود اس صدی کے ربع اول میں مروجہ عیسائی عقائد کے خلاف آواز اٹھائی۔ انہوں نے اپنے خطبات میں جو ملک میں بے حد مقبول ہوئے مروجہ عیسائی عقائد پر کڑی تنقید کی اور انہیں مضحکہ خیز قرار دیتے ہوئے ان کی ایسی توجیہات پیش کیں جن سے تثلیث، الوہیت مسیح، کفارہ وغیرہ عقائد کا اپنی موجودہ شکل میں باطل ثابت ہونا اظہر من الشمس ہوئے بغیر نہ رہا چنانچہ انہوں نے بہت جرأت اور دلیری سے کام لیتے ہوئے صاف اس امر کا اعلان کیا کہ بائیبل جس میں عہد نامہ جدید بھی شامل ہے ہرگز خدا کا الہام اور اس کا کلام نہیں ہے ورنہ اس میں خلاف عقل اور متضاد باتیں نہ ہوتیں۔ اسی طرح وہ مسیح کی الوہیت کے بایں معنیٰ قائل نہ تھے کہ وہ خدا ہے یا خدا کی خدائی میں شریک ہے وہ مسیح کو صحیح معنوں میں ایک انسان تصور کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ الوہیت مسیح کا اس سے زیادہ اور کوئی مفہوم نہیں ہے کہ وہ "تعلق باللہ" میں انتہائی بلند مقام پر فائز ہے۔ اس نے اس دنیا میں ایسی زندگی بسر کی جو خدائی صفات کی مظہر تھی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ مسیح کو مافوق البشر سمجھنا اور اسے خدا کی خدائی میں شریک گردانا سراسر نادانی ہے جسے اس سائنسی دور میں کوئی بھی ماننے اور تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ بیسویں صدی کے اوائل میں یہ پہلے بشپ تھے جنہوں نے چرچ کو آنے والے طوفان سے بروقت خبردار کیا۔ انہوں نے اپنے ان نظریات کا اظہار اپنی مشہور کتاب SHOULD (SHUCH A FAITH OFFEND میں کیا ہے۔

مغربی دنیا میں بشپ ارنسٹ ولیم بارنز کے نظریات چرچ کی شدید مخالفت کے باوجود اندر ہی اندر اثر کرتے رہے حتیٰ کہ ۱۹۶۳ء میں دنیائے عیسائیت میں ایک زلزلہ کا ایک اور شدید جھٹکا محسوس ہوا۔ جس نے اسے جڑوں سے ہلا کر رکھ دیا

(باقی صفحہ ۸ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہندوستان میں پیغامیوں کی عبرتناک حالت

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم حیدر آباد دکن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ "تین خوشخبریوں" پر اخبار "پیغام صلح" کی بیہودہ سرائی اور اس پر بدر ۲۲ر جنوری ۱۹۶۷ء کا پُر حقیقت اداریہ مطالعہ میں آیا۔ جہاں تک علاقہ جنوبی ہند کا تعلق ہے چونکہ میں ذاتی طور پر اس تمام علاقے کے حالات سے بخوبی آگاہ ہوں اسلئے نہایت وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہاں کہیں بھی پیغامیوں کی کوئی جماعت نہیں حتیٰ کہ کیرالہ سٹیٹ میں تو شاید ہی کوئی جانتا ہو کہ اس قسم کی کوئی جماعت بھی ہے!!

مقامی طور پر حیدر آباد میں پیغامیوں کی جو تبلیغی سرگرمیاں جاری ہیں بطور نمونہ ان کی حقیقت ذاتی مشاہدہ کے بعد درج کی جاتی ہے

تقسیم ہند کے بعد حیدر آباد میں پیغامیوں کے ایک مبلغ نے گزر بسر کیا تھا۔ وہ صاحب اپنی سر توڑ کوشش کے باوجود ایک مختصر جماعت قائم کرنے میں بھی ناکام و نامراد رہے اسی یاس و ناامیدی کی حالت میں چند سال قبل غالباً ۶۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے بعد چونکہ اُن کی نہ اولاد ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا پیغامی یہاں موجود ہے اس لئے اس مشن کی وارث اور انچارج بھی بیوہ خاتون ہیں۔ چند ماہ قبل جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال قادیان اور محترم مولانا شریف احمد صاحب فاضل امینی جب حیدر آباد تشریف لائے تو اُن کے ہمراہ خاکسار بھی اس مشن کی سربراہ سے ملنے گیا تھا۔ ایک گمنام مقام میں ایک چھوٹے سے جھونپڑی نما مکان میں نہایت ہی خستہ حالت اور گندے ماحول میں ایک عمر رسیدہ خاتون بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی حالت دیکھ کر دل کی گہرائی سے یہ صدا بلند ہو رہی تھی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!!

اس وقت اس "پیغامی مشن" کی تمام کارگذاریوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بیوہ خاتون کے گذارہ کے لئے پیغامی مرکز لاہور سے چند پرچے پیغام صلح اور لائٹ کے آجاتے ہیں اور لنڈن سے کچھ اسلامک ریویو پہنچ جاتے ہیں اُنہیں بیچ کر بیچاری اپنی زندگی کے دن گذارتی ہیں[1]۔ جہاں تک ان رسالوں کو فروخت کرنے کا سوال ہے ظاہر ہے۔ یہ خاتون ان رسالوں کو باہر لے جاکر فروخت کرنے سے رہیں! مجبوراً ایک غیر احمدی شخص کو ۴۰/ روپے تنخواہ پر مقرر کیا گیا تاکہ ان اخباروں اور پرچوں اور پیغامی کتب کو جو ان کے گھر میں پڑی ہیں سستے داموں فروخت کرے۔ چنانچہ اسلامک ریویو جس کی قیمت ۱/۲ روپے ہے یہ تین تین آنے میں بکتا دیکھا گیا۔ مجھے معتبر ذرائع سے یہ علم ہوا ہے کہ ایک دفعہ اس خاتون نے اس غیر احمدی تنخواہ دار سے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ پیغام صلح جو ڈھیروں ڈھیر پڑا ہے اسے ردی کے طور پر تول کر فروخت کر دیا جائے مگر ان اخبارات میں قرآنی آیات اور احادیث وغیرہ مندرج ہونے کے سبب اُس نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔

گویا کہ یہ پیغامی مشن جس کا دائرہ عمل چند رسالوں کی ردی کی قیمت پر فروخت کرنے پر محدود ہے کو چلانے کے لئے ایک غیر احمدی شخص کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منکر اور ایک معاند احمدیت ہے مقرر کیا جاتا ہے اس حالت کو دیکھ کر ایک لطیفہ یاد آجاتا ہے کہ ایک چھوٹے سے قصبہ کی ایک مسجد میں چند مسافر پہنچے ظہر کی نماز کا وقت تھا مسجد میں ایک بھی شخص انہیں نظر نہ آیا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اور اذان دے کر چلتا بنا۔ نہ اُس نے نماز پڑھی اور نہ نمازیوں کے لئے کچھ انتظام کیا۔ یہ دیکھ کر مسافروں کو نہایت تعجب ہوا کہ کیا ماجرہ ہے دریافت کرنے پر قصبہ کے لوگوں نے کہا ہم تجارت پیشہ لوگ ہیں۔ اور بہت مصروف العمل ہیں اسلئے ہم نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں نہیں آسکتے۔ البتہ اذان دینے کے لئے ہم نے تنخواہ پر ایک یہودی کو مقرر کیا ہے وہ وقت پر اذان دے کر چلا جاتا ہے۔

یہی حال حیدر آباد کے پیغامی مشن کا ہے۔ اور سننے میں آیا ہے کہ یہ دفعتہ تنخواہ نہ دینے کی وجہ سے اس ملازم نے بھی جواب دے دیا ہے۔

غرضیکہ سرزمین ہند میں پیغامیوں کی جو تبلیغی سرگرمیاں ہو رہی ہیں حیدر آباد میں یہ اُن کی معمولی سی جھلک ہے!! اور غیر مبائعین کی ناکامی و نامرادی کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

صرف حیدر آباد کی بات نہیں حقیقت یہ ہے کہ سارے ہندوستان میں ان کی کہیں بھی کوئی فعّال جماعت نہیں۔

حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ خوشخبری کہ ہندوستان میں جتنے غیر مبائع تھے ان کی اکثریت بیعت کر کے مبائعین میں شامل ہو گئی ہے بالکل صحیح اور واقعات کے عین مطابق ہے چنانچہ جنوبی ہند کی مبائع احمدیہ جماعتیں اس کی زندہ جاوید ثبوت ہیں۔ یعنی۔ دھارواڑ۔ شیموگہ۔ دیودرگ۔ تیماپور وغیرہ مقامات سے کئی خاندان پیغامیت سے نکل کر احمدیت کی آغوش میں آچکے ہیں اور اب وہ ان جماعتوں میں باقاعدہ رکن عمل ہیں۔ اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان میں غیر مبائعین کی حالت بڑی عبرتناک حد تک پہنچ چکی ہے۔ اور اس کا حال تو بالکل مرے ہوئے گھوڑے کی سی ہے جو نہ پیر ہلاتا ہے نہ دم! اور نہ سانس لے رہا ہے!!!

عبرت! عبرت! عبرت!

اظہار تشکر

ہمارے سرینگر کے نوجوان مکرم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب حبوال ابھی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس میں کامیاب ہوئے ہیں اپنے تمام بزرگان سلسلہ اور خصوصاً درویشان قادیان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ میری کامیابی بزرگان سلسلہ و درویشان قادیان خصوصاً حضرت مولوی عبد الرحمان صاحب امیر جماعت قادیان اور حضرت صاحبزادہ میاں وسیم احمد صاحب کی دعاؤں کی برکت سے ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں موصوف نے اخبار بدر کی اعانت کے لئے پانچ روپیہ کا وعدہ کیا ہے۔

خاکسار
شیخ حمید اللہ مبلغ سرینگر

قادیان میں عید کی قربانیاں

دوست جلد اطلاع دیں

از حضرت امیر صاحب مقامی قادیان

حسب سابق اس سال بھی عید الاضحیہ کے موقعہ پر بیرونجات کے احباب جماعت کی طرف سے قادیان میں قربانی کا جانور ذبح کر دینے کا انتظام کیا جا رہا ہے ایسا کرنے سے ایک آسانی کے ساتھ اُن صاحب کے ذمہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی اس قربانی کے گوشت سے قادیان میں مقیم احباب استفادہ کر سکتے ہیں۔

اس لئے اس اعلان کے ذریعہ دوستوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اپنے لئے قربانی کے جانور کی رقم جلد از جلد مجھے بھجوا دیں تا انتظام میں سہولت رہے اس وقت قادیان میں قربانی کے جانور کی قیمت کم سے کم پچاس روپیہ ہے۔

(حضرت مولانا) عبد الرحمٰن (صاحب)
امیر جماعت احمدیہ قادیان

[1] یہ تو اہل پیغام کے اُس سلوک کا نمونہ ہے جو وہ اپنے ایک مبلغ کی بیوہ سے کر رہے ہیں لیکن اس کے برعکس خلافت حقہ احمدیہ کی برکت ہے کہ آج بھی قادیان کے اندر متعدد ایسی غیر مسلم بیوگان ہیں جن کو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے باعزت گذارہ کے لئے باقاعدہ طور پر وظائف مل رہے ہیں۔ فشتان ما بین الحق والنجس!! (بدر)

اداریہ خطاب

قرآن کریم کے بیان فرمودہ دس رُوحانی علوم

جنہیں جانے اور جن پر عمل کئے بغیر ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی اور پختہ تعلق قائم نہیں کر سکتے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک پُر معارف خطاب

(۱)

مورخہ ۲ر جولائی ۱۹۶۶ء کو صبح ساڑھے سات بجے مسجد مبارک ربوہ میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نظارت اصلاح وارشاد کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی تعلیم القرآن کلاس کا افتتاح فرمایا۔ حضور نے کلاس میں شامل ہونے والے مختلف علاقوں سے آئے احباب کو ایک بصیرت افروز خطاب سے سرفراز فرمایا۔ حضور کے اس خطاب کا مکمل متن احباب کے استفادہ کے لئے الفضل سے قسط وار نقل کیا جاتا ہے۔ (بدر)

تشہد اور تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اس وقت میں تعلیم القرآن کلاس کا افتتاح کروں گا۔ اس کے بعد سیرت النبیؐ کا جلسہ ہوگا اور اس کے بعد کلاس کی تعلیم و تدریس شروع کی جائے گی۔

آج میں اپنے بھائیوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ

انسانی زندگی کا مقصد

یہ ہے کہ انسان کا اپنے رب کے ساتھ تعلق قائم ہو جائے اور پھر یہ تعلق پختہ رہے اس تعلق کے قیام کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سی جگہوں پر انسان کو متوجہ کیا ہے۔ مگر صرف اس قسم کی باتیں سننے سے کہ اپنے رب سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے یہ تعلق قائم رکھنا چاہیئے یا تعلق پختہ ہونا چاہیئے، ہمارا اپنے رب سے تعلق قائم نہیں ہو جاتا۔ اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنے رب سے کس طرح تعلق قائم رکھیں اور کس طرح اسے پختہ کریں۔ سو اس کے متعلق ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں (اس کے شروع سے لے کر آخر تک) بہت کچھ سنایا ہے اگر توجہ اور فکر سے غور کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے رب سے تعلق قائم کرنے اور اسے پختہ کرنے کے لئے . . . .

دس علوم کا جاننا ضروری ہے یہ . . . .

علوم دنیوی علوم مثلاً علم تاریخ، علم فلسفہ، علم ہیئت اور علم ریاضی وغیرہ کی طرح مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔

ان علوم کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ ان کے جانے اور ان پر عمل کرنے کے بغیر ہم اپنے رب سے نہ تو تعلق قائم رکھ سکتے ہیں۔ اور نہ اس سے تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔ ان علوم میں سے پہلا علم اللہ تعالیٰ کے حسن کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وہ ہے علم ذات باری اور علم صفات باری۔ جب تک ہمیں اس بات کا علم نہ ہو کہ ہمارا اللہ اور ہمارا رب کس قسم کی ہستی ہے اس وقت تک اس کے ساتھ ہمارا صحیح تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے

کہ ہمارا خدا بڑی ہی حسین ذات ہے بلکہ وہ تمام حسنوں کا منبع ہے دنیا میں کہیں کسی جگہ اور کسی نقطۂ نگاہ سے آپ کو کوئی حسن نظر آئے تو وہ حسن دراصل اللہ تعالیٰ کے حسن کا ہی ایک پَرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہایت تفصیل کے ساتھ ہمیں بتایا ہے کہ ہمارا اللہ وہ ہے جو اپنی ذات اور اپنی صفات میں کمال تام رکھتا ہے۔ تمام محامد کاملہ اس کے لئے ہی ثابت ہیں وہ تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور ہر قسم کے نقص، خامی کمزوری سے منزہ ہے۔

صفاتِ باری کے متعلق جس قدر علم ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے۔ اس کا سواں حصہ بھی شائد اس سے قبل کی آسمانی کتابوں میں موجود نہ ہو بلکہ میں کہوں گا کہ شائد اس کا ہزارواں حصہ بھی ان کتب میں نہ ہو۔ کیونکہ ان کتب سماویہ کے زمانہ میں انسان

اپنی عقل قلبی اور دماغی نشوونما میں اس مقام تک نہیں پہنچا تھا کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے اللہ اور اس کی صفات کا علم اس رنگ میں حاصل کر سکے جس رنگ میں کہ انسان اپنی عقل، قلبی اور دماغی نشوونما کے بعد حاصل کر سکتا تھا۔ اور اس غرض کو پورا کر سکے جس کے پورا کرنے کے لئے اسے پیدا کیا گیا تھا۔

خدا تعالیٰ کے کاموں میں تدریج پائی جاتی ہے

دیکھو جب درخت کی گٹھلی لگائی جائے تو وہ پہلے ہی دن درخت نہیں بن جاتا اور نہ اسے پھل پھول آنے لگتے ہیں۔ سوائے بعض ناسمجھ مولویوں کے اور کسی دماغ میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ کوئی درخت تدریجاً درخت نہیں بنتا بلکہ ایک ہی دن میں وہ نہ صرف تن آور درخت بن جاتا ہے بلکہ اسے پھل پھول بھی آنے لگتے ہیں۔ ایک دفعہ میں ایک گاؤں میں گیا۔ وہاں ایک بڑے تیز طبع زمیندار تھے وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارا مولوی یہ کہتا ہے کہ حضرت صاحب یہاں تشریف لائیں۔ ہماری مسجد کے مینار پہ آم کی گٹھلی بو دیں گٹھلی اُسی وقت درخت بن جائے۔ اور پھر اس درخت کو آم لگیں اور وہ آم ہم کھائیں۔ تب میں احمدی ہوں گا۔ اس شخص کو میں نے یہ جواب دیا۔ اگر آپ کے مولوی صاحب کو آم کھانے کا اتنا شوق ہے۔ تو وہ آم کے موسم میں میرے پاس آ جائے میں اسے اتنے آم کھلا دوں گا کہ اس کی خواہش پوری ہو جائے گی۔ لیکن مذہب کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ہنسی اور مذاق کسی صورت میں بھی انسان کو زیب نہیں دیتا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے سب کاموں میں تدریج کا قانون بنایا ہے۔ اس قانون کو دنیا کے ساتھ یا دنیا کو اس قانون کے ساتھ اس طرح باندھا ہے کہ خدا تعالیٰ کی خالقیت کی شان ہمیں نظر آتی ہے۔ آم کے درخت کو ہی لے لو۔ گو آم کے درختوں کی مختلف اقسام میں بہت فرق ہوتا ہے لیکن عام طور پر آم کا درخت پانچ سال کے بعد پھل دینا شروع کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر گندم کے پودے کی ساری عمر ہی چھ مہینے ہے۔ اس چھ ماہ میں دانہ بویا جاتا ہے۔ دانہ اُگتا ہے پھر پودا بڑھتا ہے، پھلتا ہے، اور پھولتا ہے پھر گندم کے دانے جو اسے لگتے ہیں پک جاتے ہیں تو وہ خشک ہو جاتا اور مر جاتا ہے اور اس کی موت میں انسان اور جانوروں کی زندگی مضمر ہے۔ کیونکہ اگر وہ مرے نہیں تو آپ کو گندم بھی نہ ملے اور آپ کی بھینسیں اور دوسرے جانوروں کو بھوسہ نہ ملے پس اللہ تعالیٰ تدریجاً سارے کام کرتا ہے۔

انسان انفرادی طور پر ایک بچے کی شکل میں دنیا میں آتا ہے۔ اس وقت اس میں نہ کوئی سمجھ ہوتی ہے اور نہ طاقت ہوتی ہے۔ وہ ہر چیز کے لئے غیر کا محتاج ہوتا ہے اور غیر کی احتیاج کے ساتھ ہی انسان کی زندگی قائم ہے۔ اگر ماں اسے دودھ نہ پلائے۔ اس کی صحت کا خیال نہ رکھے پیشاب اور پاخانہ کے بعد فوری طور پر اس کی صفائی نہ کرے تو وہ بہت سے عوارض میں مبتلا ہو جائے۔ غرض انسان ہر چیز میں غیر کا محتاج ہے لیکن جس وقت وہ بڑا ہو جاتا ہے۔ جوان ہو جاتا ہے اور اس کی عقل میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وہی زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگ جاتا ہے۔ چاند میں پہنچنے کی سکیمیں بنا رہا

کرنے لگتا ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ کر اپنے لئے راستے تیار کرتا ہے۔ دریاؤں کے راستوں کو اپنی [illegible] جگہوں سے ہٹا کر ان کے پانیوں کو نہروں میں لے آتا ہے اور اس طرح اپنے ملک کی فصلوں کو زیادہ سے زیادہ اُگانے کی تدبیریں کرتا ہے۔ لیکن یہ انجینئر اور یہ سکیمیں سوچنے والا شخص وہی تھا جو اپنے بچپن میں اپنے چہرہ پر سے مکھی اڑانے کے لئے بھی اپنی ماں کا محتاج تھا۔

جب انسان اپنی

بچپن کی حالت

کو اپنے ذہن میں رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں غیر کا محتاج ہوں۔ اُس وقت اُس کے اندر فطرتِ صحیحہ کی آواز گونج رہی ہوتی ہے تو وہ یہ کہتا ہے۔ میں غیر کا محتاج تو ہوں لیکن غیر اللہ کا محتاج نہیں۔ میں صرف اللہ تعالےٰ کا محتاج ہوں۔ میں اُس کے بغیر اپنی ذات میں نہ قائم رہ سکتا ہوں، نہ زندہ رہ سکتا ہوں، اور نہ ترقی کر سکتا ہوں، اور مجھے بہرحال کسی غیر کی احتیاج ہے۔ اور غیر خدا تعالےٰ کی ذات ہے۔ اُس وقت اس کی فطرت اسے بتا رہی ہوتی ہے کہ بچپن میں تو شاید غیر شعوری طور پر تمہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ تم غیر اللہ اپنے ماں باپ، اور دوسرے رشتہ داروں یا بعض خاندانوں [میں] نوکروں کے محتاج تھے لیکن اب تمہیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ

میں صرف اپنے رب کا محتاج ہوں

جس طرح ایک فرد بچپن سے بڑھاپے تک درجہ بدرجہ اپنے علم اور اپنے جسم میں ترقی کے مدارج طے کرتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اسی طرح بنی نوع انسان بحیثیت مجموعی درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے ہیں۔ اس لئے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی جماعت یعنی انسان کی وہ نسل جو پہلی بار اس قابل ہوئی کہ اللہ تعالےٰ کی شریعت اس پر نازل کی جاتی۔ وہ اپنے بچپن میں سے گزر رہے تھے اور سارے قرآن کریم اور قرآن کریم کے سارے علوم کے وہ حامل نہیں بن سکتے تھے۔ اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کا ایک حصہ ان کی فطرت اور ان کی نشو و نما کے مطابق انہیں دیا گیا تھا۔ پھر انسان درجہ بدرجہ اس مقام تک پہنچا جہاں اللہ تعالےٰ کی مشیت اور اس کے علمِ غیب نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جیسا وجود ان میں پیدا کیا۔ جو نہ صرف خود بھی حامل قرآن کریم بننے کی قابلیت رکھتے تھے بلکہ اس وقت کے تمام بنی نوع انسان جن کی طرف آپ مبعوث کئے گئے تھے قرآن کریم کے علوم کے حامل بن سکتے تھے۔

غرض قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے پہلی کتب سماویہ کے مقابل پر

اللہ تعالےٰ اور اس کی صفاتِ کاملہ کا کامل علم

انسان کو دیا ہے اور اس علم کے حصول کے بغیر یعنی یہ جانے بغیر کہ اللہ تعالےٰ کی ذات کیا ہے کس قسم کی ہے۔ اور اس کی صفات کون کون سی ہیں اور کس طرح وہ جلوہ گر ہوتی ہیں خدا تعالےٰ کا عرفان حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو ہمیں اللہ تعالےٰ کے حقیقی حسن کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ اور جب تک ہمیں اللہ تعالےٰ کے حقیقی حسن کا پتہ نہ لگے اس وقت تک ہم اس کا عرفان حاصل نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہم اس حسن کی طرف کھنچے جا سکتے ہیں۔

پس پہلا علم جو انسان کی پیدائش کی غرض (کہ بندہ اپنے رب کا حقیقی بندہ بن جائے) کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے وہ ذاتِ باری اور صفاتِ باری سے تعلق رکھتا ہے۔ اور قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ ہمیں یہ علم سکھایا ہے۔

میں شاید کچھ زیادہ تفصیل میں چلا گیا ہوں۔ میں نے اس وقت آپ کو

قرآن کریم کے تعلق باللہ سے تعلق رکھنے والے دس علوم

کے متعلق کچھ بتانا ہے۔ اور اس کے بعد جو نتیجہ میں نکالوں گا وہ آپ کو بتاؤں گا۔ بہرحال علم ذاتِ باری یا علم صفاتِ باری پہلا علم ہے جو قرآن کریم ہمیں سکھاتا ہے اور اس علم کو ہم حسن باری تعالےٰ کے علم یا اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی صفات کے علم کا نام دے سکتے ہیں۔ اور اسے اس نام سے پکار سکتے ہیں۔

قرآن کریم سے میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی اللہ تعالےٰ ہی مخلوق کا نور ہے آسمانوں کا بھی وہی نور ہے اور زمینوں کا بھی وہی نور ہے پس جس وقت انسان اندھیرے میں پھر رہا ہوتا اور اسے اپنے لئے نور کی تلاش ہو تو اس علم یعنی اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے حاصل کر لینے کے بعد بہرحال وہ اس سرگردانی کے وقت اور ان اندھیروں کے وقت جو اس پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اور وہ پریشان ہو رہا ہے۔ اپنے اللہ اور اپنے رب کی طرف منہ پھیرے گا۔ اور متوجہ ہوگا۔ وہ اللہ اور وہ رب جس کے متعلق وہ جانتا تھا کہ وہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔ اور اگر میں نے نور حاصل کرنا ہے تو صرف اسی ذاتِ کامل سے ہی حاصل کر سکتا ہوں۔

دوسرا علم

جو تعلق باللہ کے حصول کے لئے ضروری ہے، اور اللہ تعالےٰ کے عبد بننے کے لئے لازمی اور لابدی شئے ہے، وہ علم ہے جو ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز کا خالق ہے اور اس کی خلق صناعت کا کمال اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس کی صنعت سے اچھی صنعت ہمیں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

اَللّٰہُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ

یعنی اللہ تعالےٰ ہر چیز کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ایک سنت اس کی خالقیت یعنی اس عالم میں یا عالمین میں، یا اس چیز میں جو ان عالمین سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کی خلق میں، ان کی نشو و نما کے مدارج میں اور ان کے باہمی تعلقات میں جاری ہے جس کو ہم سنت اللہ بھی کہتے ہیں اور ان لوگوں کی زبان میں جو اپنے رب کو پوری طرح نہیں پہچانتے قوانینِ قدرت بھی کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں انسان نے سائنس میں بڑی ترقی کی ہے۔ اور جُوں جُوں انسان سائنس کے میدانوں میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اس کی ہر کامیابی یہ ثابت کر رہی ہے کہ

مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ

کا اصول ہر چیز پر حاوی ہے۔ کوئی سائنس دان کبھی یہ نہیں کہتا اور کبھی یہ دعوےٰ نہیں کرتا کہ اس کی کوئی ایجاد یا دریافت قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ ہمارے محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی ایسے سائنس دان سے ملتے ہیں جس نے کوئی نئی دریافت کی ہو تو وہ اس سے پوچھا کرتے ہیں کبھی تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری نئی دریافت نے قوانینِ قدرت کو توڑا ہے یا ثابت کیا ہے تو ہر ایک یہی جواب دیتا ہے اور یہی جواب دے سکتا ہے کہ نہیں میری نئی دریافت نے قانونِ قدرت کو توڑا نہیں بلکہ ثابت کیا ہے کہ وہ اس دنیا میں بڑی مضبوطی کے ساتھ قائم ہے یہ سنت اللہ کے خلاف۔ اللہ تعالےٰ کی سنتِ جاریہ یا قانونِ قدرت کے خلاف کوئی واقعہ اس دنیا میں نہیں ہوا۔ غرض اللہ تعالےٰ نے بڑی تفصیل اور بڑی وضاحت کے ساتھ قرآن کریم میں ہمیں یہ علم دیا ہے کہ

اللہ تعالےٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے

اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کی صنعت میں بڑا ہی حسن پایا جاتا ہے اور اس کی ہر مخلوق میں بڑا حسین صنعت کا کمال پایا جاتا ہے۔

اس ضمن میں جو غلط خیالات پیدا ہو چکے ہیں قرآن کریم نے ان کا رد بھی کیا ہے۔ چونکہ اب ہمارا ماحول بدل چکا ہے۔ قادیان میں ہمارا ماحول اور تھا اور پاکستان میں آ کر ہمارا ماحول اور ہو گیا ہے۔ اس لئے سوائے ان لوگوں کے جو علم دین کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں بہت سے لوگ ایسے ہوں جن کو شاید علم ہی نہ ہو کہ ہندو لوگ یہ یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس دنیا کے مادے کو خدا تعالےٰ نے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ آپ ہی آپ ہے۔ اسی طرح اس نے روح کو بھی پیدا نہیں کیا۔ خدا تعالےٰ کا صرف یہ کام ہے۔ کہ مادہ کا مادہ سے تعلق قائم کرے یا روح کا مادہ کے ساتھ تعلق قائم کرے۔ یہ ان کا مذہبی اعتقاد ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس کے برعکس اور مخالف یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر چیز جو اس عالم میں خلق کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور دنیا میں جو چیز بھی موجود ہے وہ مخلوق ہے اور اس کا خالق اللہ

ہے اور اس خلق میں کمالِ صنعت پایا جاتا ہے اور ہمیں اس میں عجیب دلکش اور حسنِ نظم نظر آتا ہے۔ اس حسن کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آسمان کے ستاروں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے قانون میں باندھا ہے ان میں ایک حرکت ہے جو متصل اور دائمی ہے اور پھر اس نے اُن کے حصے بنائے ہیں۔ مثلاً سورج کا نظام ہے۔ سورج کے نظام سے تعلق رکھنے والے سیارے سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ اور ان کے زاویوں میں جو حسن ہمیں نظر آتا ہے۔ اگر وہ سیارے آپ کے سامنے ایک کاغذ پر آ جائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ شاعروں نے جو اپنی محبوباؤں کی لچک اور ان کے زاویوں سے متعلق کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صنعت میں اس سے زیادہ خوبصورتی اور حسن نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک خاص قسم کے چکروں میں باندھ دیا ہے۔ پھر یہ تو سیارے ہیں جن کا تعلق نظام شمسی سے ہے۔ لیکن اس سورج کے علاوہ

اربوں ارب سورج عالمین میں پائے جاتے ہیں

اور سائنسدانوں نے معلوم کیا ہے کہ گلیکسی Galaxy جو کہ بہت سے ستاروں کے خاندانوں کا مجموعہ ہوتی ہے اس میں بھی ایک نظام پایا جاتا ہے۔ پھر یہ گلیکسیز Galaxies بے شمار ہیں اور یہ ساری کی ساری ایک جہت کی طرف اور ایک دوسرے سے پرے ہٹ رہی ہیں اب تو سائنسدان قریباً اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں (میں قریباً اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ابھی سائنسدانوں میں اختلاف ہے بعض سائنسدانوں کی ایک رائے ہے اور بعض سائنسدانوں کی دوسری رائے ہے لیکن بہرحال ہم کہہ سکتے ہیں کہ قریباً ہر سائنسدان اسی نتیجہ پر پہنچ چکا ہے) کہ گلیکسیز Galaxies کی سیر اور چلنے کو دیکھا جائے تو پہلے وہ ایک دوسرے کے قریب تھیں لیکن اب دور ہوتی جا رہی ہیں اور سائنسدان یہ کہتے ہیں کہ جب یہ دو گلیکسیز کے درمیان اربوں ارب میل کا فاصلہ ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان اتنی جگہ ہو جاتی ہے کہ وہاں ایک اور گلیکسی زندہ رہ سکے تو اس وقت اللہ تعالیٰ لاکھوں کے ساتھ ایک اور گلیکسی وہاں پیدا کر دیتا ہے۔

غرض جس چیز کو بھی لو اس میں ہمیں کمالِ صنعت نظر آتا ہے آپ کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو لے لیں اور اس کی گہرائی میں جانے کی کوشش کریں تو آپ کو وہاں بھی کمالِ صنعت نظر آئے گا۔ اسلام کا یہ دعویٰ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی طرف سے یہ چیلنج دیا ہے اور قرآن کریم میں بھی یہ پایا جاتا ہے کہ تم مخلوقات میں سے کوئی ایک مخلوق لے لو۔ مثلاً ایک چھوٹی سی مخلوق چیونٹی کو لے لو بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تم چیونٹی کو بھی جانے دو ہم اس سے بھی چھوٹی چیز لے لیتے ہیں۔ تم چیونٹی کا ایک پاؤں ہی لے لو۔ تم کبھی یہ دعویٰ نہیں کر سکو گے کہ چیونٹی کے اس چھوٹے سے پاؤں کے متعلق جو خشخاش کے دانہ سے بھی چھوٹا ہے تمہارے علوم نے سارے حقائق کا احاطہ کر لیا ہے۔ پھر تم اس کے متعلق جتنا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرتے جاؤ گے تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ ابھی چیونٹی کے اس پاؤں کے متعلق اور بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں اور ہم نے صنعت باری کا ابھی احاطہ نہیں کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی ایک دلیل یہ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے۔ اور اس کی صفات میں سے ہر صفت اپنے جلووں کے لحاظ سے غیر محدود ہے۔ اور ایک غیر محدود ذات کی غیر محدود صفات کے جلووں کے نتیجہ میں جو چیز پیدا ہوتی ہے یعنی مخلوقات میں کوئی ایک مخلوق لے لو۔ اس کے متعلق جو علوم ہیں وہ بھی غیر محدود ہوتے ہیں۔ وہ محدود نہیں ہوتے۔ کیونکہ اگر وہ محدود سمجھے جائیں تو صنعت باری جو غیر محدود ہے اُس پر حرف آتا ہے

یہ ایک چیلنج ہے

جو اسلام نے سائنسدانوں کو دیا ہے۔ اور سائنسدان خصوصاً وہ سائنسدان جو بڑے پایہ کے سائنسدان اور بڑی عقل فراست اور علم رکھنے والے ہیں وہ خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں گو کم علم والا انسان یہ سمجھتا ہے کہ پتہ نہیں کہ وہ کہاں پہنچ گیا ہے۔ وہ "فلک کے ستارے بھی توڑ لئے" والی ذہنیت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے مگر جو پایہ کا سائنسدان ہے وہ کہتا ہے ہمیں اپنا جو مقام نظر آ رہا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے سمندر کے کنارے کوئی شخص کھڑا ہو اور اس سمندر کے چند قطرے وہ لے اور ان کے متعلق علم حاصل کرے یعنی اب تک جو کچھ انسان نے حاصل کیا ہے اس کی مثال اس کے مقابلہ میں جو اس نے ابھی تک حاصل نہیں کیا ایسی ہی ہے جیسا کہ سمندر کے چند قطرے سے کہ انسان ان کا علم حاصل کرے۔ پس دوسرا علم جو تعلق باللہ کے حصول کے لئے ضروری ہے وہ وہ علم ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے اور اس کی صنعت کے کامل ہونے، اس کے کامل صانع ہونے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس علم کے متعلق بھی قرآن کریم نے بہت کچھ سکھایا ہے

تیسرا علم

جو مستقل حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ہر کام کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی اس نے زید کو پیدا کیا اور زید کی پیدائش سے پہلے ساری دنیا کو پیدا کیا اور پتہ نہیں اس نے اور کیا کچھ کیا تا زید اس دنیا میں رہ سکے اس کے بعد یہ نہیں کیا کہ اس نے زید کو پیدا کر کے چھوڑ دیا بلکہ ہر ایک جو دنیا میں داخل ہوتا ہے، ہر تبدیلی جو اس میں ہوتی ہے، ہر چیز جو فعل کی شکل میں ہمارے سامنے آتی ہے اس کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تھوڑی سی آزادی دی ہے لیکن یہ آزادی بھی دنیا میں فاعلِ حقیقی کا فعل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا منشاء نہ ہوتا تو انسان کی کیا مجال تھی کہ وہ اس چھوٹے سے حلقہ میں آزادانہ گھومتا پھرتا اور پیدا کرنے والے کا ہی انکار کر دیتا۔ خدا تعالیٰ کی دوسری مخلوقات درختوں پہاڑوں ستاروں وغیرہ کو اس بات کی جرأت نہیں کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کو بھول جائیں۔ اور اس کی ذات کا، اس کی خالقیت کا اور اس کے کمالِ صنعت کا انکار کر دیں۔ لیکن انسان اپنی حماقت کی وجہ سے انکار کر لیتا ہے۔ غرض جو آزادی انسان کو حاصل ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے ورنہ اپنے زور سے انسان یہ آزادی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

غرض تیسرا علم جس کا تعلق تعلق باللہ سے ہے اور جس کا پتہ قرآن کریم سے لگتا ہے۔ یہ ہے کہ

ہر فعل کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

مثلاً اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ بعض درخت موسم خزاں میں پت جھڑ کرتے ہیں یعنی ان کے پتے گرتے ہیں اور بعض درختوں کے پتے موسم بہار میں گرتے ہیں۔ تم کسی ایک درخت کو لے لو۔ مثلاً موسم بہار میں پت جھڑ کرنے والے کسی درخت کو لے لو یا موسم خزاں میں پت جھڑ کرنے والے کسی درخت کو لے لو مثلاً انگریزی پیپل ہے وہ موسم بہار میں پت جھڑ کرتا ہے اور اس موسم میں وہ نئے پتے نکالتا ہے۔ اب صرف یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے صرف یہ قانون بنا دیا کہ اس قسم کا درخت موسم بہار میں اپنے سارے پتے جھاڑ دے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے نئی پوشش مل جائے گی۔ بلکہ اس درخت میں اگر ایک لاکھ پتہ ہے تو ہر پتہ جو اس درخت سے گرتا ہے اس کے لئے آسمان پر سے حکم نازل ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ پتہ گرے اُسی وقت گرتا ہے۔ اس سے پہلے نہیں گرتا۔ میں اس سلسلہ میں مشاہدہ کرتا رہا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے آنکھ دی ہے کہ وہ دنیا میں دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کیا کر رہا ہے۔ اگر آپ غور سے مطالعہ کریں تو ان میں آپ کو بعض پتے ایسے نظر آئیں گے جن میں زیادہ زندگی کے آثار ہوں گے یعنی نسبتاً زیادہ جوان ہوں گے، کم عمر ہوں گے اور اس کے مقابلہ میں وہ پتے ہوں گے جو کمزور نظر آئیں گے۔ اور وہ بڑی عمر کے ہوں گے۔ پھر آپ دیکھیں کہ ان میں سے کون پہلے گرتا ہے۔ اور اگر صرف اللہ تعالیٰ کا قانون ہوتا اور اس کا اس میں دخل نہ ہوتا تو اس قانون کے مطابق کمزور پتہ جو کمزور تھا اُسے موسم بہار میں دوسرے پتوں سے پہلے گر جانا چاہیئے تھا لیکن جو نظارہ ہمیں نظر آتا ہے وہ یہ نہیں بلکہ وہ اس سے مختلف ہے آج میں دیکھتا ہوں کہ ایک پتہ پوری صحت میں ہے۔ اس پر بڑا خوشنما سبزہ ہے۔ اور میرا یہ خیال ہے کہ شاید یہ پتہ آخر میں گرنے والے پتوں میں سے ہو گا لیکن اگلی صبح کو جب میں دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا حکم اس پتہ کے لئے آسمان سے نازل ہو چکا ہوتا ہے اور وہ پتہ اپنی ٹہنی کو چھوڑ کر زمین پر آ گرا ہوتا ہے۔ اور جس کے متعلق مجھے خیال تھا کہ وہ پہلے گر جائے گا یا وہ پہلے گرنے کے لئے تیار ہوتا ہے وہ ابھی ٹہنی پر موجود ہوتا ہے۔ غرض ہر فعل جو درختوں کا یا انسانوں کا یا کسی اور کا اور ہر واقعہ جو

انفرادی نوعیت اور حیثیت کا اس دنیا میں ہوتا ہے اس کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالےٰ ہے اس کی اجازت، اس کے منشاء یا اس کے حکم کے بغیر وہ فعل سرزد نہیں ہو سکتا وہ واقعہ دنیا میں رونما نہیں ہو سکتا۔ یہ علم بھی قرآن کریم میں ایک مستقل حیثیت سے پایا جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ نے یہ علم ہمیں اس لئے سکھایا ہے تا ہم ہر قسم کے گناہوں سے بچ جائیں۔ خدا تعالےٰ کا ایک بندہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو، نہ جان بوجھ کر، نہ سہواً، نہ نفس یا شیطان باریک سے باریک راہوں سے بھی اس پر حملہ آور ہو تو وہ اس سے بچ جائے۔ اور ہر گناہ سے بچنا بھی ایک فعل ہے۔ چاہے وہ منفی فعل ہی ہے اور اس کے لئے انسانی روح دل اور دماغ کو کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے تو پھر ہر نوع کی نیکی بجالانا بھی ایک فعل ہے اور چونکہ ہر فعل کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالےٰ ہے اس لئے اس کی توفیق کے بغیر ہمیں یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔

غرض اللہ تعالےٰ کے فاعلِ حقیقی کو ثابت کرنے کے بعد قرآن کریم ہمیں اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ تم نہ تو برائیوں سے بچ سکتے ہو، نہ نیکیاں بجالا سکتے۔ نہ تمہارا قدم ثبات رکھنے والا ہو سکتا ہے اور نہ تم صدق و صفا اور وفا کا اظہار اپنے رب کی راہ میں کر سکتے ہو جب تک کہ تمہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کی توفیق نہ ملے۔ کیونکہ ہر فعل کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ دین اور دنیا کی کوئی صلاحیت خدا تعالےٰ کی دین کے بغیر انسان کو حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے ہمیں ہر امر میں اس سے مدد اور نصرت مانگنی چاہیئے۔

چوتھا علم

جو قرآن کریم میں ایک مستقل علم کی حیثیت سے پایا جاتا ہے یہ ہے کہ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ صرف خدا تعالےٰ کی عبادت کرے۔ پہلا علم ذاتِ باری اور صفاتِ باری کے کامل ہونے سے تعلق رکھتا تھا جس کا نتیجہ ہم بندوں کے لئے ہم انسانوں کے لئے یہ نکلتا تھا کہ خدا تعالےٰ جو اپنی ذات میں کامل اور اپنی صفات میں کامل ہے صرف اسی کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ یعنی استحقاقِ عبادت جو ہے وہ صرف اسی کا ہے۔ دنیا میں اور کوئی چیز نہیں جو اپنی ذات اور اپنی صفات کے لحاظ سے اس بات کی مستحق ہو کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اب چوتھا علم یہ ہے کہ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ صرف خدا تعالےٰ کی عبادت کرے۔ انسان کے علاوہ باقی تمام مخلوقات بھی خدا تعالےٰ کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے ہر وقت اس کی عبادت میں مشغول ہے اور ہر وقت اس کی حمد کر رہی ہے چاہے ہم اسے سمجھیں اور چاہے ہم اسے نہ سمجھیں لیکن بہر حال وہ خدا تعالےٰ کے اس استحقاق کو تسلیم کرتی ہے چونکہ وہ کامل ہے اپنی ذات میں اور وہ کامل ہے اپنی صفات میں اس لئے وہی ذات اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ غرض انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ صرف اپنے رب کی عبادت کرے۔ یہ علم انسان کا ایک بنیادی فرض ہے جس کی طرف اللہ تعالےٰ ہمیں متوجہ کرتا ہے اور اسے توحید فی العبادت کا علم کہا جا سکتا ہے

انسان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور چیز کی جو حقیقتاً ہمارے علم میں اس کی مخلوق ہے عبادت کرے بلکہ اس کا یہ فرض ہے اور اس کی یہ خوش قسمتی ہے کہ وہ صرف اپنے رب کی عبادت کر رہا ہو۔ غرض توحید فی العبادت کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ انسان پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ وہ صرف اور صرف اپنے رب کی عبادت کر رہا ہو۔ اس علم کو ایک مستقل حیثیت قرآن کریم نے دی ہے اور اس کا ذکر قرآن کریم میں بڑی تفصیل کے ساتھ ملتا ہے۔ اگر انسان کو

توحید فی العبادت کا علم

حاصل ہو جائے اور اس کا ذہن، اس کا دماغ، اس کے جذبات اور اس کی عقل اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ میں نے اللہ تعالےٰ کے سوا اور کسی چیز کی عبادت نہیں کرنی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان روحانی بیماریوں سے نجات حاصل کر لے گا۔ اگر اسے کوئی روحانی بیماری لاحق ہے تو وہ اس سے نجات حاصل کر لے گا۔ اور کوئی بیماری ابھی پیدا نہیں ہوئی تو وہ اس سے محفوظ رہے گا کیونکہ انسان کو ہر وقت یہ خطرہ لاحق ہے کہ اسے شیطان کسی وقت بیماری لاحق کر دے، اس کے اندر کوئی بیماری پیدا کر دے اور یہ علم اس بیماری سے حفاظت کرنے کا کام دیتا ہے۔ یعنی بیماری ہی پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اسی طرح تمام ردی اخلاق غیر اللہ کی پرستش نہ کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر انسان کو توحید فی العبادت کا علم حاصل ہو جائے تو وہ تمام قسم کے ردی اخلاق سے محفوظ رہتا ہے۔

ہر چند کہ اگر قرآن کریم کو اس نقطۂ نگاہ سے پڑھا جائے اور دیکھا جائے اور علم حاصل کیا جائے تو اس میں یہ علم تفصیل سے موجود ہے لیکن میں بطور مثال ایک آیت بیان کر دیتا ہوں اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

یعنی انسان کی پیدائش کی غرض یہ ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ پس اگر توحید فی العبادت کا علم حاصل ہو جائے تو انسان ردی اخلاق سے محفوظ رہتا ہے۔ کیونکہ ردی اخلاق پیدا ہی اس وقت ہوتے ہیں جب وہ اللہ تعالےٰ کو اپنے رب کو پوری طرح پہچانتا نہیں اور غیر اللہ کی طرف مائل ہوتا ہے مثلاً وہ پیسہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور اتنا مائل ہو جاتا ہے جتنا اسے

اپنے رب کی طرف مائل ہونا چاہیئے

پیسے کے حصول کے لئے بعض لوگ چوری کرتے ہیں۔ بعض لوگ ڈاکہ مارتے ہیں بعض لوگ قتل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یعنی پیسے کے حصول کے لئے وہ قتل کرتے ہیں یہ نہیں کہ وہ مقتول کی جیب سے پیسے حاصل کرتے ہیں بلکہ اس کے مرنے کے نتیجہ میں انہیں دنیا کا مال ملتا ہے۔ مثلاً بکہ مقتول کے مرجانے کے نتیجہ میں ورثہ ان کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ زمینداروں میں اس قسم کے قتل کثرت سے پائے جاتے ہیں وہ ایک شخص کو قتل کر دیتے ہیں گو وہ اس کی جیب میں سے کچھ نہیں نکالتے لیکن اس کے مرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ان کو پیسے مل جاتے ہیں۔ پھر لوگ رشوتیں دیتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق سلب کرتے ہیں۔ غرض اس قسم کے سارے ردی اخلاق صرف اس وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان کو جتنی محبت اپنے رب سے کرنی چاہیئے اتنی محبت اس نے مال سے کرنی شروع کر دی۔ اس نے مال کو ایک بُت بنا دیا اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ غرض یہ تمام اور اسی قسم کے دوسرے ردی اخلاق نتیجہ ہیں اس بات کا کہ انسان نے اللہ تعالےٰ کی ذات کو اپنی عبادت کے لئے خالص نہیں کیا۔ اور توحید فی العبادت کا مقام اس نے حاصل نہیں کیا۔ اگر اُسے توحید فی العبادت کا مقام حاصل ہو جائے تو دنیا سے ہر قسم کے ردی اخلاق دور ہو جائیں اور انسان کو ہر قسم کی بیماریوں سے شفا ہو جائے۔ غرض توحید فی العبادت کے نتیجہ میں انسان کلی طور پر غیر اللہ کی عبادت سے پاک ہو جاتا ہے اس لئے اس کا علم جاننا ضروری ہے اور یہ علم بھی بڑی تفصیل کے ساتھ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے دیا ہے۔ (باقی)

(بقیہ صفحہ ۱۰)

بطور جزوی نبی اور نبوت ناقصہ کے مفہوم میں پیش کیا۔ حالانکہ اس کے ساتھ ماموریت کا شرف آپ کو کامل امتی نبی ثابت کر رہا تھا بعدہٗ خدا تعالےٰ کی تصریح سے آپ نے محض محدثیت اور جزوی نبی وغیرہ کا استعمال ترک فرما دیا اور امتی نبی کا لفظ صراحت سے اختیار فرما لیا۔ دیکھیئے! مکہ شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے بتا دیا تھا کہ آپ کافۃً للناس بشیراً و نذیراً ہیں اور یہ امر آپ کی تمام انبیاء پر افضلیت کی دلیل تھا مگر آپ نے اسے وجہ فضیلت قرار نہ دیا لیکن جب خاتم النبیین کی آیت نازل ہوئی تو آپ نے اس بات کو بھی تمام انبیاء پر اپنی فضیلت کی وجہ قرار دے دیا۔ دیکھیے۔ فضیلت علی الانبیاء (صحیح مسلم)

پس خدا تعالےٰ کے مامورین ایسے امور میں بڑے محتاط ہیں۔ وہ بن بلائے نہیں بولتے بلکہ خدا تعالےٰ جوں جوں پردہ پردہ اٹھایا جاتا ہے اور ان پر حقیقت منکشف ہوتی جاتی ہے وہ اس کا اعلان کرتے جاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:۔

"جب تک مجھے اس کی طرف سے علم نہ ہوا میں نے وہی کہا جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھے اس کی طرف سے علم ہوا تو میں [illegible]

درخواست دعا۔ خاکسار نے ایک محکمانہ امتحان دیا ہے احباب جماعت سے درخواست ہے کہ خاکسار کی نمایاں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ جزاکم اللہ۔

خاکسار

سید حبیب اللہ از جموں توی

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کی ہرزہ سرائی

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ حیدرآباد دکن

(۲)

مضمون نگار نے اپنے مضمون میں جماعت احمدیہ کو شجرۂ خبیثہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ علماء کرام کو میں اس وقت خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرتا ہوں کہ اس فتنۂ عظیمہ کا جلد مقابلہ کریں (ص۶)۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو قرآن کریم میں بیان کردہ شجرہ خبیثہ اور شجرۂ طیبہ کی مثالوں کو بغور پڑھنے اور اس کے مطالب کو سمجھنے کی کبھی توفیق نہیں ملی۔ اگر وہ اس سورہ ابراہیم کی آیات ۲۵ تا ۲۷ کو دیکھتے اور جماعت احمدیہ کی ترقی پر غور کرتے تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ جماعت احمدیہ کو شجرۂ خبیثہ کہنا صداقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے

اگر جماعت احمدیہ فی الواقع ایک شجرۂ خبیثہ ہے تو اُسے کبھی کا ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ اور وہ جڑھ سے اُکھیڑ کر پھینک دی گئی ہوتی۔ اور رُوئے زمین میں کہیں اُسے قرار نہیں ملنا چاہیئے تھا۔ لیکن اس کے بالمقابل مضمون نگار کو خود اعتراف ہے "قادیانیت کا شجرۂ خبیثہ ہندوستان میں اُگا۔ پھر اس کی جڑیں پھیل کر پاکستان تک پہنچ گئیں (ص۱) جی ہاں، یہ شجرۂ طیبہ ایک ایسا پاک اور تناور درخت بن چکا ہے کہ اُس کی شاخیں دنیا کے کناروں تک پھیل چکی ہیں اور لاکھوں افراد اس شجرۂ طیبہ کے سایہ میں آچکے ہیں اور اس کے شیریں اور تازہ پھلوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آج سے پینتیس سال قبل ۱۹۳۲ء میں مولوی ظفر علی خاں نے اخبار زمیندار مورخہ ۱۹ اکتوبر میں جماعت احمدیہ کے متعلق لکھا ہے:

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے۔ اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی نظر آتی ہیں"۔ (زمیندار)

اب رہا علماء کو جماعت احمدیہ کی مخالفت اور اس کے استیصال کے لئے کوشش کرنے کی اپیل! یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ایسی کئی اپیلیں اور کوششیں ہو چکی ہیں۔ ان کی اس قسم کی اپیلوں اور کوششوں کا نتیجہ بھی ذرا ملاحظہ ہو! جماعت احمدیہ کی مخالفت میں سرگرم حصہ لینے والی مودودی جماعت نے اپنے رسالہ المنبر (لائلپور) میں لکھا:-

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمامتر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی ہے۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں ... ... سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی۔ مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولانا عبدالجبار غزنوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر ... ... قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے ... ... اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہونگے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے"۔ (المنبر ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء)

اس اعتراف حقیقت کے باوجود اب مولانا سندیلوی کی باسی کڑھی میں پھر اُبال آیا ہے گویا کہ جماعت احمدیہ کے خلاف اب تک جتنی کوششیں کی گئی تھیں اور اس کے عوض میں جس قسم کی ناکامیوں اور نامرادیوں کا سامنا ہوا۔ اس سے پیٹ نہیں بھرا تھا کہ اب مزید مخالفت احمدیت کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

مولانا سندیلوی صاحب کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ علماء کرام کی خدمت میں اپیلوں پر اپیلیں کرتے جائیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ ؎

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار
(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مولانا موصوف کے اس مضمون کا اصل محرک کتابچہ ہے جو "وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر علمائے مصر کا فتویٰ" کے عنوان پر نظارت دعوت وتبلیغ قادیان کا شائع شدہ ہے۔ یہ کتابچہ مصر کی الازہر یونیورسٹی کے ریکٹر اور ایک مشہور عالم دین علامہ شیخ محمود شلتوت ممبر مجلس کبار العلماء کا فتوےٰ جو وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر مشتمل ہے ازہر یونیورسٹی کے اس مایہ ناز شیخ الاستاذ اور ریکٹر کی شخصیت پر حملہ کرتے ہوئے ندوۃ العلماء کے اس استاد نے لکھا کہ

"وہ ایک ہیچ تھے نہ کہ کوئی قابل ذکر عالم دین ..... یہ فتوےٰ اہمال ولغویت کا ایک نمایاں اور ممتاز نمونہ ہے جو دلیل و برہان کی تائید وقدرت سے یکسر محروم ہے ..... شیخ موصوف کی شخصیت علم و دیانت دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے ناقابل اعتماد تھی .... شیخ شلتوت نے حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر جو بحث کی ہے۔ وہ بالکل لچر اور پوچ ہے۔ اس میں کوئی ندرت بھی نہیں ہے .... اور یہ حکومت مصر کی نادانی یا لاعلمی اور لاپرواہی تھی جس نے اُن کے ایسے نااہل کو ازہر کے سر پر مسلط کر دیا تھا .... ان پر واجب تھا کہ قادیانیوں کی حمایت کرنے سے پہلے ان علماء کے دلائل و بیانات سے واقفیت پیدا کرتے .... اگر خود ناواقف تھے تو .... علماء پاکستان و ہندوستان سے استصواب کرتے ...... وغیرہ وغیرہ

اس طرح مضمون نگار نے علامہ شیخ صاحب موصوف اور حکومت مصر کو کوسے اور اُن پر حملے کرتے ہوئے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے!! جواب جاہلاں باشد خموشی کے مقولہ کے متعلق ہمیں اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ سطور میں محمود شلتوت صاحب کو مشورہ دیا گیا ہے کہ احمدیوں کو مسلمان قرار دینے سے قبل ہند و پاک کے نام نہاد علماء سے مشورہ کر لینا چاہیئے تھا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جو حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے ساحروں کے متعلق اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرعون نے کہا تھا کہ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ کہ تم میرے مشورہ اور اجازت کے بغیر اس پر کس طرح ایمان لے آئے! بالکل یہی حال دیوبند کے علماء کا ہے جو فرماتے ہیں کہ ہم سے اجازت اور مشورہ لئے بغیر شیخ صاحب موصوف نے کس طرح احمدیوں کے متعلق مذکورہ فتوےٰ دے دیا!

نظارت دعوۃ وتبلیغ کے شائع کردہ پمفلٹ میں علامہ شلتوت صاحب نے اپنے فتوے کے ثبوت میں قرآن کریم۔ احادیث صحیحہ تفاسیر اور لغت وغیرہ سے جو ناقابل تردید دلائل پیش فرمائے ہیں اُن میں سے ایک کا بھی جواب لکھنے کی ہمت مضمون نگار دیوبند مولوی صاحب کو نہیں ہوئی۔

مضمون نگار کو زیادہ غصہ زیر عنوان پمفلٹ کے ٹائیٹل کی تحریر پر آیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:-

"ٹائیٹل پر تحریر ہے وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر علمائے مصر کا فتویٰ حالانکہ رسالہ میں صرف شیخ شلتوت صاحب کا فتویٰ منقول ہے کیا تنہا شیخ شلتوت کا نام علماء مصر ہے" (ص۸)

یہ عبارت مضمون نگار مولوی صاحب کی دروغ بیانی اور دھوکہ دہی کا ایک بین ثبوت ہے۔ حالانکہ اسی پمفلٹ میں مصر کے مشہور اخبار الرسالۃ جلد ۱ ص۶۴۲ کے حوالہ سے لکھا گیا کہ:- ترجمہ

"یونیورسٹی ازہر کی بڑی کمیٹی کے پاس جناب عبدالکریم خاں کی طرف سے جو مشرق وسطیٰ میں اتحادی لشکر کی قیادت عامہ میں ہیں ایک خط پہنچا ہے جس میں لکھا ہے کہ قرآن مجید اور سنت مطہرہ کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت شدہ؟ پھر اس مسلمان پر کیا فتویٰ ہے جو ان کے زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے" اور نیز اس کا حکم کیا ہے جو ان پر ایمان نہ لائے جبکہ فرض کیا جائے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آ گئے ہیں۔ یہ سوال مشیخۃ الازہر کی طرف سے بڑے عالم جناب الشیخ محمود شلتوت ممبر مجلس کبار العلماء کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے حسب ذیل جواب لکھا۔

اسی طرح اس پمفلٹ کے ص۲۵ پر مرقوم ہے "جماعت ہائے احمدیہ کے عقائد حقہ

کئے ہیں۔ تائید میں آپ جامعہ ازہر کے علماء کبار کے نمائندہ جناب محمود شلتوت کے اور مستند و معقول بیان سے آگاہ ہو گئے ہیں۔

ان سطور سے علامہ شیخ محمود شلتوت صاحب کی پوزیشن عیاں ہے انہوں نے مجلس کبار العلماء کی طرف سے اور ان کی نمائندگی کرتے ہوئے مذکورہ فتویٰ قرآن کریم اور دیگر دلائل کی روشنی میں صادر فرمایا ہے۔ لہٰذا تنہا شیخ شلتوت کا نام علماء مصر نہیں بلکہ مجلس کبار العلماء کو علمائے مصر کہا گیا ہے۔

۔۔۔ سے مولانائے موصوف کے ازدیادِ علم کی خاطر عرض ہے کہ علامہ شیخ صاحب موصوف نے اپنی کتاب الفتاویٰ جو ۱۹۵۸ء میں حکومت مصر کے زیر اہتمام شائع ہو کر منظرِ عام پر آ گئی ہے۔ اس میں بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کا فتویٰ دیا ہے۔ مصنف مذکور نے اس کتاب میں الاستاذ محمد عبدہ، شیخ رشید رضا، مصطفیٰ المراغی وغیرہ علمائے مصر کے فتاویٰ بر وفات مسیح علیہ السلام درج فرمائے ہیں۔

مفتی مصر علامہ رشید رضا نے اپنے المنار رسالہ میں، شیخ مصطفیٰ المراغی اپنی تصنیف تفسیر المراغی جلد ۳ صفحہ ۱۶۵ میں علامہ عبد الکریم شریف اپنی کتاب المنخنة الادلی من التاویل میں علامہ عباس محمود العقاد حیاة المسیح فی التاریخ وکشوف العصر الحدیث صفحہ ۲۲۱ میں نیز دمشق کے مشہور عالم دین علامہ ناصر ساتاتی (بیروت لبنان) کے مرکزی اوقاف کے صدر اور ناظم التعلیمات الاستاذ احمد الجوزی شام کے السید المحسن اور اسی طرح الاستاذ عبد الوہاب النجار اپنی تصنیف قصص الانبیاء کے چوتھے ایڈیشن میں اور ڈاکٹر احمد زکی ابو شعاری وغیرہ علماء مصر نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات پر فتویٰ دیا تھا

اب پتہ نہیں مولانائے موصوف استاد ندوة العلماء ان علمائے کرام کو کس زمرے میں شمار کرتے ہیں!! اطلاعاً یہ بھی عرض ہے کہ ہندوستان کے مولانا ابو الکلام آزاد، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، سر سید احمد خان، علامہ نیاز فتحپوری اور اسی طرح کئی سنجیدہ اور اہلِ علم حضرات بھی حضرت مسیح ناصری کی وفات کا فتویٰ دے چکے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام، قرآن کریم کی متعدد آیات اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دیگر سلف الصالحین کے اقوال زریں سے ناقابلِ تردید رنگ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات ثابت فرما چکے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود نہایت ڈھٹائی اور بے حیائی سے مولانائے موصوف رقمطراز ہیں کہ "واقعہ یہ ہے کہ مرزا جی اور اس کے سب پیرو اپنا پورا زور صرف کرنے کے باوجود ایک آیت سے بھی اپنا مدعائے باطل (وفات مسیح ناصری۔ ناقل) نہیں ثابت کر سکتے"۔ موصوف آیہ قرآنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ۔۔۔ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سورہ مائدہ کی مندرجہ بالا آیۃ مقدسہ جس پر بقول مؤلف مرزا جی نے سب سے زیادہ زور دیا ہے شیخ شلتوت نے اپنے بیان میں شائع کی ہے۔ اور اسے غلط معنا پر اس سے استدلال کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ آئندہ سطور میں آپ دیکھیں گے کہ اس سے استدلال کس قدر غلط ہے اور یہ آیۃ ان کے مدعائے باطل کے بجائے ہمارے سچے عقیدے یعنی حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کر رہی ہے (صفحہ ۹)

اس کے بعد اس مضمون میں "آئندہ سطور" کی بہت تلاش کی گئی کہ فلما توفیتنی والی آیت سے وفات مسیح کے استدلال کو کس طرح غلط ثابت کیا گیا ہے۔

لیکن سارے مضمون میں کہیں بھی وہ آئندہ سطور نظر نہیں آئیں۔ انہوں نے سارے مضمون میں کہیں بھی حیات مسیح کے مسئلہ کو ثابت کرنے کی نہ کوشش کی ہے اور نہ ہی علامہ شیخ شلتوت صاحب کے مذکورہ فتوے پر علمی بحث کی ہے جو مضمون نگار کے علمی دیوالیہ پن کی واضح دلیل ہے!!

نوٹ۔ دیگرہ عقائد کو جنہیں عقلِ سلیم رد کرتی ہے از خود دریابُرد کر دیں اور مسیح کے متعلق ایک ایسے سیدھے سادے مختصر اور عام فہم عقیدہ اپنائیں کہ جو موجودہ سائنسی دور کے ترقی یافتہ ذہنوں کے لئے قابلِ قبول ہو بشپ پائیک کا نعرہ یہ ہے کہ آج عیسائیت کو اپنی بقاء کیلئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے۔۔ "کم سے کم عقائد اور زیادہ سے زیادہ ایمان" وہ دینی عقائد میں اختصار اور سہولت پسندی کے علمبردار ہیں اُن کی طرف سے اُن کے ان نظریات کی برملا اشاعت سے امریکہ ہی نہیں ساری دنیا میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی ہے بعض بڑے بڑے پادری ان کی تائید میں بیانات دے رہے ہیں اور بعض اُن کے خلاف زہر اُگل رہے ہیں الغرض پوری عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچا ہوا ہے۔ (باقی)

دُنیائے عیسائیت میں زلزلہ کا ایک اور شدید جھٹکا!

(بقیہ صفحہ اوّل)

مغربی دنیا میں بشپ ارنسٹ ولیم بارنز کے نظریات چرچ کی شدید مخالفت کے باوجود اندر ہی اندر اثر کرتے رہے حتیٰ کہ ۱۹۶۳ء میں دنیائے عیسائیت میں اس زلزلہ کا ایک اور شدید جھٹکا محسوس ہوا جس نے اسے جڑوں سے ہلا کر رکھ دیا۔ اس زلزلہ کا مرکز بھی خود عیسائیت کا گڑھ یعنی برطانیہ کا دار الحکومت لندن تھا اور اس کا باعث بھی خود مروجہ عیسائی عقائد ہی تھے۔ اس زلزلہ کی نوعیت یہ تھی کہ یہاں کے کسی آزاد خیال محقق یا بے دین فلسفی اور سائنسدان نے نہیں بلکہ خود کلیسائے انگلستان کے نامی گرامی پادری ڈاکٹر جان رابنسن (DR, JOHN ROBINSON) نے جو وُول ویچ کے بشپ ہیں "HONEST TO GOD" کے نام سے کتاب شائع کی ہے جس میں انہوں نے بشپ کے نہایت ممتاز مذہبی عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود مروجہ عیسائی عقائد پر بھرپور وار کیا اور صاف لکھا کہ یہ عقائد آجکل کے سائنسی دور میں ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ انہوں نے مؤقف یہ اختیار کیا کہ مروجہ عیسائیت کی بنیاد بعض مخصوص مذہبی اصطلاحات پر ہے جو خدا تعالیٰ سے متعلق جسمانی وجود کے ایک طفلانہ اور ناقابلِ فہم تصور سے عبارت ہیں۔ یہ اصطلاحات آج سے دو ہزار سال قبل ایک سراسر غیر سائنسی دور میں اُس وقت وضع کی گئی تھیں جب انسان دورِ طفولیت میں سے گذر رہا تھا۔ بعد ازاں ان اصطلاحات کو عجیب و غریب معانی و مفہوم کا حامل قرار دے کر مسیح کو خدا قرار دیا گیا اور اسے جسم انسانی کے ساتھ آسمان پر پہنچا کر خدا کے داہنے ہاتھ تخت پر بٹھا دیا گیا۔ خدا کی ذات کے متعلق یہ سارا تصور اس قدر بعید از قیاس، انوکھا اور مضحکہ خیز ہے کہ خلائی پرواز کے موجودہ دور میں جبکہ عقلِ انسانی دورِ طفولیت سے گزر کر سنِ بلوغ کو پہنچ چکی ہے کوئی بھی معقول شخص اسے قبول نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ عیسائیت اس زمانہ میں تسخیر قلوب کی اہلیت کھو چکی ہے۔ لوگوں کا اس پر سے اعتقاد اُٹھتا جا رہا ہے۔ اور وہ دن بدن اس سے بیزار ہو کر دوسرے مذاہب اور معتقدات کی طرف متوجہ ہوتے جا رہے ہیں جب تک ہم پوری دیانتداری سے کام لے کر خدا کے متعلق ایسے مضحکہ خیز تصور کو خیرباد نہیں کہیں گے اُس وقت تک عیسائیت کے یکسر معدوم ہونے کا خطرہ دور نہیں ہوگا۔ ڈاکٹر رابنسن کی اس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ برطانیہ کے طول و عرض میں تہلکہ مچ گیا۔ اخبارات میں اس کتاب کی تائید اور اس کے خلاف مضامین اور خطوط کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا۔ جس میں بڑے بڑے لاٹ پادری اور بشپ، یونیورسٹی پروفیسرز اور دیگر محققین سب نے ہی حصہ لیا اور ایک ایسی ہلچل مچی جو ذہنی و فکری اور اعتقادی و عملی لحاظ سے ایک زلزلۂ عظیمہ سے کسی طرح کم نہ تھی۔

مغرب کی عیسائی دنیا میں اس زلزلہ کا ابھی حال ہی میں ایک اور شدید جھٹکا محسوس کیا گیا ہے۔ اس جھٹکے نے بھی پورے کلیسا کو اس کی بنیادوں سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس دفعہ جھٹکے کا مرکز برطانیہ سے ہزاروں میل دور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں تھا۔ اب کے مروجہ عیسائی عقائد کو ہدفِ ملامت بنا کر چرچ کو لرزہ براندام کرنے کے سلسلہ میں کیلیفورنیا امریکہ کے نامی گرامی ۵۳ سالہ پادری جیمز البرٹ پائیک (JAMES ALBERT PIKE) کے نام پر ہے وہ چند ماہ قبل تک کیلیفورنیا کے ایپسکوپل بشپ تھے۔ مروجہ عیسائی عقائد پر ان کی برملا تنقید کا کلیسا میں ایسا ردِّ عمل ظاہر ہوا کہ انہیں بالآخر بشپ کے عہدہ سے دستبردار ہونا پڑا۔ چنانچہ اب وہ اس عہدہ سے مستعفی ہو چکے ہیں۔ ان کی اس تنقید کا ماحصل یہ ہے کہ فی زمانہ عیسائیت ایک ایسے بحری جہاز کی حیثیت رکھتی ہے جس پر حد سے زیادہ سامان لدا ہوا ہو۔ اور اس کے بوجھ کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ سمندر میں ڈوب رہا ہو۔ عیسائیت کے جہاز پر لدا ہوا حد سے زیادہ سامان ایسے ہی تمام غیر ضروری، پیچیدہ، ناقابلِ فہم، بعید از قیاس اور دور از کار عقائد ہیں۔ جن کو موجودہ سائنسی دور میں کوئی بھی باشعور آدمی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جس طرح حد سے زیادہ سامان کے بوجھ کے تلے ڈوبنے والے جہاز کو بچانے کی خاطر زائد سامان کو از خود سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح عیسائیت کو غرق ہونے سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم تثلیث الوہیت مسیح، پیدائشی گناہ، کفارہ ۔۔۔

جناب تابش کاشمیری کے چیلنج اور اعتراضات کا جواب

از مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل انچارج مبلغ علاقہ بہار مقیم مظفر پور

(۲)

حقیقی نبوّت

تابش صاحب نے مسئلہ ختم نبوت کو لے کر بعض اور بھی اعتراضات پیش کئے ہیں جن کا جواب درج ذیل ہے:۔

۷؍ اکتوبر کے روشنی میں موصوف حضرت اقدس کی ایک تحریر الحکم سے اس طرح پیش کرتے ہیں:۔

"وہ شخص غلطی کرتا ہے جو سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے۔ جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔"

حضرت اقدس نے اس تحریر میں حقیقی نبوت کی تفسیر "صاحب شریعت" کے الفاظ میں بیان فرمادی ہے لہذا جماعت احمدیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور صاحب شریعت نبی اور رسول نہ تھے۔ بلکہ حضور کی نبوت اور رسالت سے مراد ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہے۔ اسی تحریر کے آخر میں حضور فرماتے ہیں۔

"اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت پر ختم ہو گئی۔"

جماعت احمدیہ اسی پر عامل ہے اور روز مرہ کے محاورات میں نبوت و رسالت کے الفاظ حضور کے لئے استعمال نہیں کرتی کیونکہ حضور کے دعوے کی مشکلات میں سے ایک رسالت و نبوت بھی ہے اس لئے جب کوئی مخالف اعتراض کرتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو معترض کو احمدی سمجھا دیتے ہیں۔ کہ تشریعی یا مستقل نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ غیر تشریعی نبی ہونے کا دعوےٰ کیا ہے جس کے ساتھ اتباع نبوی شرط ہے۔ اور اس دعوئے نبوت سے نہ صرف یہ کہ مہر ختم نبوت نہیں ٹوٹتی بلکہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بے مثال فیوض و برکات کا اظہار ہوتا ہے۔

بہرحال اس تحریر میں حضور نے معمولی بول چال میں اپنے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے تاکہ عوام اس سے تشریعی اور مستقل نبی مراد لے کر فتنہ میں نہ پڑیں۔ دعوے کا نہ کوئی اور ختم نبوت پر حرف نہ آئے۔ ورنہ اس کے یہ معنے کہاں سے نکلتے ہیں کہ آپ نبی نہ تھے؟

بیخ کافی ہے سرچے کو اگر اہل کوئی ہو

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال مقام

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے خاتم النبیین کا جو برتر رنگ و برتر مقام عطا فرمایا ہے وہ کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا۔ اور یہ ایسا بلند ترین مقام ہے کہ حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی"

کہ اگر موسےٰ و عیسےٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا انہیں چارہ نہ ہوتا۔

پس اس حدیث نبویؐ اور قرآن کریم کی آیت "من یطع اللہ والرسول الخ" سے ثابت ہو گیا کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل تشریعی یا براہِ راست غیر تشریعی نبی جو مبعوث ہوتے رہے

اب اس قسم کا کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ لیکن احادیث نبوی میں مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عظیم الشان پیشگوئی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ اس عقیدہ کو بھی مندرجہ بالا حدیث نبوی اور قرآن کریم کی آیت بالا اظہر من الشمس کردیتی ہے۔ یعنی مسیح موعود کی نبوت اتباع نبویؐ کے ساتھ مشروط ہے اور یہ نبوت غیر تشریعیہ ہے۔

پس رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی بھی مبعوث ہوتا تو اس کی نبوت پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا ضرور اثر پڑتا۔ نہ تو ایسا نبی صاحب شریع ہوتا اور نہ ہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر غیر تشریعی نبوت کا مقام حاصل کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی نبوت کی بار بار تشریح فرمائی ہے۔ اور شروع دعوے سے کے کر حضور نے اس بات کا خاص اہتمام فرمایا ہے اور بڑی احتیاط سے کام لیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر کسی قسم کا نہ صرف یہ کہ حرف نہ آئے بلکہ آپ کے "امتی نبی" کے دعوے سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوئے نبوت کی شان چمکے اور حضور کے بے مثال فیوض و برکات کا ثبوت ملے۔

نبوت، محدثیت اور اسلامی اصطلاح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شروع میں جب اللہ تعالےٰ کے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ میں مخاطب کیا گیا تو اس وقت آپ نبی کی تعریف میں شریعت لانا یا اس کے کسی جزو کو منسوخ قرار دینا ضروری سمجھتے تھے اور دوسری طرف نبی اور محدث میں قریبی مشابہت پائی جاتی ہے اس لئے ختم نبوت کی رعایت سے حضور اپنی نبوت کو محدثیت بھی قرار دیتے تھے اور نبوت ناقصہ بھی۔ یا جزوی نبوت۔ نبوت کی اس تعریف کا ثبوت حضور کی اس تحریر سے ملتا ہے:۔

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

(مکتوب حضرت اقدس الحکم ۷؍ اگست ۱۸۹۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تعریف ایک لمبا عرصہ تک کرتے رہے ہیں اس کے بعد اللہ تعالےٰ کی طرف سے بارش کی طرح نازل ہونے والی وحی نے حضور کو اس عقیدہ پر قائم رہنے نہ دیا۔ اور بعد میں حضور نے فرمایا:۔

"خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل ہو زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے۔"

(تقریر حجۃ اللہ ص۲ الحکم ۱۷ر مئی ۱۹۰۸ء)

فرمایا:۔

"نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۸)

حضور کی ان تحریرات سے بالبداہت ثابت ہو گیا کہ شروع زمانہ میں حضور نبوت کی تعریف کچھ اور کرتے تھے اور بعدہٗ دوسری تعریف کی پہلی تعریف کے مطابق حضور کی نبوت ختم نبوت کے خلاف پڑتی تھی اس لئے حضور اس وقت تک اپنی نبوت کو محدثیت اور نبوت ناقصہ وغیرہ قرار دیتے رہے۔ اور دوسری تعریف کے مطابق جو حضور نے ۱۹۰۱ء کے قریب قریب اختیار فرمائی حضور کی نبوت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر نہ صرف یہ کہ کوئی زد نہیں پڑتی تھی بلکہ ختم نبوت کے فیوض و برکات پر منتج تھی اس لئے حضور نے خود کو باتکمیل ظل نبی قرار دیا اور اس پر ملعبہ بیانات دیئے۔ اور محدثیت اور نبوت ناقصہ والی تاویلات کو ترک فرما دیا بلکہ اپنی نبوت کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کے مفہوم تک محدود فرما دیا۔ اور اس طرح رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت کے فیوض و برکات کا بھی سابقہ اظہار ہوتا رہا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

پہلی، تعریف نبوت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تشریعی نبوت کے ساتھ ہی رہنے دیا۔ جیسے حضور نے اپنی تحریرات میں "حقیقی نبوت" کی اصطلاح میں بھی بیان فرمایا ہے۔ اور بعد والی تعریف نبوت

کی رو سے حضور نے اپنی نبوت کو محدثیت اور نبوت ناقصہ وغیرہ قرار دینا ترک فرما دیا بلکہ "امتی نبی" کے مفہوم میں ادا فرمایا۔ پہلے حضور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی جزوی فضیلت بتاتے رہے جو ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور بعد میں حضور نے امر اپنی مسیح پر خود کو اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر بتایا۔ اس تناقض کو ہے کر ایک شخص نے حضور سے یہ سوال بھی کیا۔ یہ سوال اور اس کا جواب مندرجہ ذیل سطور میں حقیقۃ الوحی سے پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایا:۔

"سوال (۱) تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں جو میری کتاب ہے لکھا ہے:۔

"اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔"

پھر ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ پھر ریویو صفحہ ۴۷۸ میں لکھا ہے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔ خلاصہ اعتراض یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے"

.. الجواب۔ یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں ...... میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے۔ میرا اس میں دخل نہیں ہے رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا؟ سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔ اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا ہے تو ہی ہے ....

...... اور آسمانی نشانوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں ....

....

اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۰)

حضور کی اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ نبوت کی پہلی تعریف کے مطابق (تشریعی نبوت) چونکہ حضور نبی نہ تھے اس لئے اپنی نبوت کو حضور محدثیت یا نبوت ناقصہ وغیرہ قرار دے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت جزوی بتاتے رہے۔

اور نبوت کی دوسری تعریف کے مطابق حضور نبی تھے اسی لئے حضرت علیہ السلام پر اپنی کلی فضیلت بتائی۔ اور ساتھ ہی ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کے الفاظ لگا کر مسئلہ ختم نبوت کی فیوض و برکات کا بھی اظہار فرما دیا۔

نبوت کا تیسرا مفہوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسی کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

اس تحریر میں حضور نے بتایا ہے کہ نبوت تشریعیہ مستقلہ کا تو حضور نے کبھی بھی دعوےٰ نہیں فرمایا۔ اور نبوت غیر تشریعیہ جو تنابعت نبوی سے وابستہ ہے۔ اس کا حضور نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اب ایک معترض اس موقعہ پر اعتراض کر سکتا ہے کہ کچھ تعریف نبوت میں تبدیلی کی وجہ سے اس مسئلہ پر اثر کیا پڑا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اوائل میں اپنی نبوت سے مراد محدثیت بھی لیا کرتے تھے۔ جیسے، نبوت ناقصہ یا جزئی نبوت قرار دیا کرتے تھے جس کے متعلق ناشر صاحب نے بھی تحریرات پیش کی ہیں۔ اس تیسرے مفہوم پر یہ اثر پڑا کہ حضور نے آئندہ کے لئے اپنی نبوت کو محدثیت قرار دینا ترک فرما دیا۔ بلکہ "امتی نبی" کے مفہوم تک محدود رکھا۔ اور اسی ایک غلطی کے ازالہ میں محدث ہونے سے بھی انکار فرما دیا حضور فرماتے ہیں:۔

"اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

"ناشر صاحب کہہ سکتے ہیں کہ اس تحریر کی رو سے تو محض لغت کی رو سے حضور نبی ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضور کی خود تحریر میں ملاحظہ ہوں:۔

"خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵)

"جس کے ہاتھ پر امور غیبیہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت فلا یظہر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

اسلامی اصطلاح کے متعلق حضرت اقدس کی ایک تحریر اوپر پیش کر آیا ہوں گویا حضرت اقدس اسلامی اصطلاح، خدا تعالیٰ کی اصطلاح اور قرآن کریم کی اصطلاح اور لغت کی رو سے نبی تھے۔ نہ کہ محدث

بتدریج انکشاف

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی شان میں پہلے دن سے ہی خاتم النبیین اور افضل النبیین تھے مگر خاتم النبیین کے مقام کے متعلق وحی آپ پر وفات سے چند سال پہلے نازل ہوئی اور اس وقت آپ نے امت کو اس مرتبہ سے آگاہ فرمایا۔ پہلے اگر کوئی آپ کو خیر البریہ کہ دیتا تو آپ فرماتے ذلک ابراہیم (صحیح بخاری) کہ یہ تو ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ خاتم النبیین ہی کی شان و مرتبہ تھا کہ خیر البریہ ہوں لیکن چونکہ ابھی آپ پر اپنا مرتبہ پورے طور پر منکشف نہ ہوا تھا۔ اس لئے ایسا کہنے سے روکتے تھے پھر ایک وقت آپ فرماتے ہیں لا تخیرونی علی موسیٰ (صحیح بخاری) کہ مجھے موسیٰ پر ترجیح مت دو۔ لیکن ایک وقت آپ پر ایسا آیا کہ آپ نے فرمایا۔ انا سید الاولین والاخرین من النبیین (فردوس دیلمی) انا قائد المرسلین (کنز العمال) کہ میں تمام پہلے اور پچھلے نبیوں کا سردار ہوں۔ میں نبیوں کا قائد اور رہنما ہوں۔ نیز فرمایا فضلت علی الانبیاء (صحیح مسلم) کہ میں تمام نبیوں پر فضیلت دیا گیا ہوں۔

پس شان اور مقام کے متعلق تدریجاً انکشاف ہرگز قابل اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کا مقام ضروریات دین سے ہے اس کا انکشاف بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت بعد میں ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے شروع دعوے ماموریت میں ہی نبی قرار دیا تھا۔ کیونکہ ہر نبی محدث ضرور ہوتا ہے۔ آپ نے نبی کے لفظ کو محدث

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

وصولی چندہ جات کے سلسلہ میں نہایت شاندار تجاویز

فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

جیسا کہ احباب کو علم ہے کہ سلسلہ کے اخراجات کا زیادہ تر دار و مدار آمد چندہ جات پر ہے اس لئے وصولی چندہ کا کام کس قدر اہم ہے لیکن اگر ہم بزرگان سلسلہ کے ارشادات پر عمل کریں تو کسی دقت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں کچھ بیش قیمت تجاویز احباب جماعت کے سامنے پیش کی ہوئی ہیں۔ جو احباب کے علم میں اضافہ اور وصولی چندہ جات میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ :۔

(۱) مقامی جماعتوں کے کارکن اپنی اپنی جگہ اس بات کا تفصیلی جائزہ لیں کہ کیا ان کے حلقہ میں کوئی احمدی ایسا تو نہیں ہے جو حسب ہدایت سلسلہ باقاعدہ چندہ ادا نہ کرتا ہو۔ یعنی اگر وہ موصی ہے تو اپنی وصیت کے مطابق چندہ نہ دے رہا ہو۔ اور اگر غیر موصی ہے تو مقررہ ریٹ کے مطابق چندہ عام ادا نہ کر رہا ہو۔ اگر جماعت میں کوئی نادہند ہو۔ یا وہ چندہ تو دیتا ہو مگر مقررہ شرح کے مطابق نہ دیتا ہو تو اُسے ہر رنگ اور پوری کوشش کے ساتھ پورا چندہ یا پورا حصہ وصیت ادا کرنے پر آمادہ کیا جائے اور اس کوشش کو یہاں تک کامیاب بنایا جائے کہ جماعت میں کوئی فرد نادہند نہ رہے۔ احمدی ہو کر چندہ میں نادہند ہونا ایسا ہے کہ گویا کسی کا ادھا دھڑ مارا ہوا ہو۔

(۲) تجارت پیشہ اور زمیندار اصحاب اور صناعوں اور دیگر پیشہ ور لوگوں کے چندوں کی خاص نگرانی کی جائے۔ کہ وہ اپنی آمد کے مطابق صحیح صحیح چندہ ادا کرتے ہیں یا نہیں چندہ کے معاملہ میں زیادہ خرابی اسی حصہ میں واقع ہوتی ہے۔ بعض لوگ اپنی آمد بتانے سے گریز کرتے ہیں ایسے لوگوں کو سمجھایا جائے کہ آپ بیعت کرتے ہوئے اقرار کر چکے ہیں کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اس لئے آپ کا یہ سودا خدا کے ساتھ ہے اور خدا کے ساتھ سودا کر کے دھوکا کرنے والا بآخر کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہوتا۔

(۳) جو نئے دوست جماعت میں داخل ہوتے ہیں انہیں شروع سے ہی چندوں کا عادی بنایا جائے۔ یہ پالیسی درست نہیں ہے کہ نئے لوگوں کے ساتھ چندوں کے معاملہ میں نرمی کرنی چاہیئے جو لوگ ایک دفعہ رعایت کے عادی ہو جائیں وہ پھر الا ماشاء اللہ ہمیشہ رعایت کے ہی طالب رہتے ہیں پس نئے دوستوں کو شروع میں ہی چندہ کا فلسفہ سمجھا کر اور مناسب رنگ میں تحریک کر کے چندوں کا عادی بنانا چاہیئے۔

(۴) بعض عورتوں سے بھی باقاعدہ چندہ وصول کیا جائے یہ خیال درست نہیں ہے کہ چونکہ عورتوں کا اپنی خاوندوں کی طرف سے آتی ہے اور خاوند اپنی آمدنی پر چندہ پہلے ہی دے دیتے ہیں اسلئے عورتوں پر چندہ واجب نہیں۔ خدا کے سامنے ہر شخص اپنے اعمال کا جدا گانہ حساب رکھتا ہے اور ہر شخص کو اپنی اپنی قبر میں جانا ہے پس ہر شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ کو خدمت دین میں بذاتِ خود حصہ لینا چاہیئے۔ جہاں عورتوں کو اُن کے خاوندوں کی طرف سے جیب خرچ ملتا ہے وہاں اُس جیب خرچ میں سے چندہ دیں (جیسا کہ ذاتی وصیت کی صورت میں چندہ وصیت دیتی ہیں) اور جن عورتوں کو کوئی معین جیب خرچ نہیں ملتا وہ اپنے ذاتی خرچ کا اندازہ کر کے چندہ دے دیا کریں بلکہ حق یہ ہے کہ تربیتی نقطہ نگاہ سے عورتوں میں خدمت دین کا براہِ راست جذبہ پیدا کرنا مردوں کی نسبت بھی زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ اُن کی گودوں میں قوم کے نونہال پلتے ہیں اور اگر وہ دیندار اور خادم دین ہوں گی لازماً اُن کی اولاد پر بھی اُن کی اس نیکی کا اثر ہوگا کیونکہ بچپن میں اولاد پر ماں کا اثر باپ کی نسبت یقیناً زیادہ ہوتا ہے۔

(۵) پانچواں اور سب سے زیادہ پختہ ذریعہ چندوں کی ترقی کا جماعت کی تربیت ہے اب جماعت پر وہ زمانہ ہے کہ جب براہِ راست بیعت کرنے والے احمدیوں کے مقابل پر نسلی احمدیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور ظاہر ہے کہ نسلی بیعت میں بالعموم وہ طاقت نہیں ہوتی جو ایسی بیعت میں ہوتی ہے جو خود سوچ سمجھ کر علیٰ وجہ البصیرت کی جاتی ہے براہِ راست بیعت ایسے درخت کا حکم رکھتی ہے جو پیوند کے ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن نسلی احمدی تخمی درخت کے حکم میں ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ جس طرح پیوند کے ذریعہ تیار کیا ہوا پودا اصل درخت کی صفات کا ورثہ پاتا ہے اس طرح تخم سے تیار کیا ہوا پودا نہیں پاتا پس جب تک ہم اپنے بچوں اور اپنے نوجوانوں میں پیوندی پودے والا رنگ پیدا نہیں کریں گے اور ان کے دلوں میں ایمان کی براہِ راست چنگاری روشن نہیں ہوگی۔ یہ حصہ الا ماشاء اللہ ہمیشہ جماعت کی کمزوری کا موجب رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حافظ و ناصر ہو اور ہمارے دلوں میں دین کی محبت پیدا کرے اور ہمیں صحیح معنوں میں خادم دین بنا دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

برائے داخلہ مدرسہ احمدیہ

احباب جماعت توجہ فرمائیں

غالباً احباب جماعت کو علم ہے کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان مبلغین سلسلہ کی ضرورت کے پیشِ نظر ہر تعلیمی سال کی ابتداء میں مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے طلباء کا داخلہ مدرسہ احمدیہ میں کرتی رہتی ہے چنانچہ اس ضرورت کی تکمیل کے لئے امسال بھی مدرسہ احمدیہ کی پہلی جماعت کے لئے طلباء درکار ہیں۔ احباب جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خدمتِ سلسلہ کے پیشِ نظر مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے مرکز میں بھجوائیں۔ اس سلسلہ میں "داخلہ فارم" نظارت ہذا سے ۳۱ر مارچ ۱۹۶۷ء تک حاصل کر کے مکمل خانہ پری کے بعد یکم اپریل ۱۹۶۷ء تک نظارت ہذا کو پہنچ جانا چاہیئے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل امور قابل توجہ ہیں :۔

۱۔ بچہ کی تعلیم کم از کم مڈل اسٹینڈرڈ تک ہونی لازمی ہے۔

۲۔ بچہ اردو زبان بخوبی لکھ پڑھ سکتا ہو۔

۳۔ نیز قرآن کریم ناظرہ روانی سے پڑھ سکتا ہو

نوٹ :۔ صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے امسال سات وظائف بھی مقرر ہیں جو طالب علم کی ذہنی، اخلاقی، تعلیمی اور استعدادی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے دیئے جائیں گے۔

خواہشمند احباب مقررہ تاریخ تک "فارم داخلہ" پُر کر کے نظارت ہذا کو ارسال فرمائیں۔

ناظر تعلیم قادیان مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۶۷ء

درخواست دعا ہمارے یہاں چھوٹے چیچک کی وبا پھیلی ہوئی ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس بیماری کو دور فرمائے۔ اسی طرح جناب محمد صدیق صاحب سیکرٹری مالی بیمار ہیں ان کی صحتیابی کیلئے اور خاکسار کا پہلا امتحان دینے والا ہے اس کا نمایاں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار محمد شمس الحق معلم مدرسہ احمدیہ بنگال مارٹ ہیہ

خبریں

نئی دہلی ۲۷ر فروری۔ آج کانگرس کے مرکزی پارلیمنٹری بورڈ نے نئی کانگرس پارلیمنٹری پارٹی کے لیڈر یعنی نئے پردھان منتری کے چناؤ کے لئے بارہ مارچ کی تاریخ مقرر کر دی۔ اس کے علاوہ مختلف صوبوں کی نئی کانگرس لیجسلیچر پارٹیوں کو اپنے اپنے لیڈر ۷ر مارچ تک چن لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور پارٹی لیڈر لیجسلیچر کے چنے ہوئے ممبروں سے چنے جائیں۔ اس طرح جن صوبوں میں کانگرس کو اکثریت حاصل ہو گئی ہے وہاں کے صوبائی مکھیہ منتری سات مارچ تک چن لئے جائیں گے۔ لیکن جہاں کانگرس کو اکثریت واضح طور پر نہیں مل سکی ان صوبوں میں کانگرس پارٹیوں کے لیڈر ہی چنے جائیں گے۔ کیونکہ ان [illegible] کے بارے میں کانگرس پارلیمنٹری بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہاں کانگرس وزارت بنانے کی جلد بازی [illegible] کرنی چاہیئے۔ بورڈ کی میٹنگ کے بعد [illegible] نے اعلان کیا کہ کسی بھی صوبہ میں [illegible] کولیشن وزارت بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کولیشن وزارت دو تین پارٹیوں کی ملی جلی وزارت ہوتی ہے اور اس میں شامل مختلف پارٹیاں اپنا الگ الگ وجود قائم رکھتی ہیں۔ اس طرح بورڈ کے فیصلہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ کانگرس دوسری پارٹیوں کے ساتھ مل کر کولیشن وزارت نہیں بنائے گی۔ بلکہ آزاد ممبروں یا دوسری پارٹیوں کے ممبروں کو توڑنے کی کوشش کرے گی اور اس طرح اپنی اکثریت بنائے گی۔ جیسا کہ راجستھان میں کیا گیا۔ [illegible] نے کہا کہ پرسوں کی میٹنگ میں کانگرس کی شکستوں اور ان شکستوں سے پیدا ہونے والی صورت حال پر عام غور کیا گیا۔ اس کا باقاعدہ اور تفصیلی جائزہ اس وقت لیا جائے گا جبکہ مرکز اور صوبوں میں کانگرس لیجسلیچر پارٹیوں کے لیڈروں کا چناؤ ہو چکے گا اور اس کے بعد کانگرس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ ہوگی۔

نئی دہلی ۲۷ر فروری۔ سابق وزیر خزانہ شری مرارجی ڈیسائی نے جو پردھان منتری کے عہدہ کے امیدوار ہیں آج ایک انٹرویو میں کہا کہ اس عہدہ کے لئے مقابلہ ہونے سے کانگرس کمزور نہیں ہوگی۔ گذشتہ بار بھی مقابلہ ہوا تھا۔ اس سے کانگرس کو کوئی ضعف نہیں پہنچا تھا جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پردھان منتری کے عہدہ کا چناؤ لڑیں گے۔ تو آپ نے کہا کہ میں فوری طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا کانگرس پارٹی کے لیڈروں نے حالیہ شکستوں سے کوئی سبق سیکھا ہے شری ڈیسائی نے جواب دیا کہ میں نے تو سبق سیکھ لیا ہے۔ لیکن میں دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جمہوریت اپنے ڈھنگ سے آگے بڑھ رہی ہے۔ تاہم میں محسوس کرتا ہوں کہ کانگرس کو اچھا سبق ملا ہے۔ آپ نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ اگر صدر کانگرس شری کامراج کو حادثہ پیش نہ آیا ہوتا اور وہ پندرہ دن کے لئے بستر علالت پر دراز نہ ہوتے تو وہ دار دھانگر اسمبلی حلقہ میں جیت جاتے۔ انتخابی مہم کے دوران میں وہ تو اپنے حلقہ میں جا ہی نہ سکے تھے اس سے اُن کے مخالف امیدوار کو موقعہ مل گیا۔ اور وہ زیادہ ووٹ لے گیا۔ واضح رہے کہ سورگیہ شری شاستری کی مرتیو کے بعد بھی شریمتی اندرا گاندھی اور شری ڈیسائی میں مقابلہ ہوا تھا۔

نئی دہلی ۲۷ر فروری۔ پریس ٹرسٹ آف انڈیا کی اطلاع ہے کہ کانگرس پارلیمنٹری بورڈ نے پردھان منتری کے چناؤ کے لئے ۱۲ر مارچ کی جو تاریخ مقرر کی ہے وہ شریمتی اندرا گاندھی کے زور دینے پر کی گئی ہے۔ جبکہ شری مرارجی ڈیسائی کی رائے یہ تھی کہ بورڈ کی میٹنگ کسی بعد کی تاریخ کو رکھی جائے جبکہ انتخابی گرد و غبار دب جائے اور مطلع صاف ہو جائے۔ مسز شریمتی اندرا گاندھی نے کہا کہ پارٹی کے سامنے بڑا کام اسے از سر نو سرگرم بنانا ہے۔ جب شری پاٹل نے کہا کہ پارٹی کا صفایا ہو گیا ہے تو مسز شریمتی اندرا گاندھی نے ان سے اختلاف ظاہر کیا۔ اور کہا کہ میں محسوس کرتی ہوں کہ ان صوبوں میں بھی جہاں کانگرس میں اکثریت حاصل نہیں کر سکی۔ ووٹوں کی تعداد ظاہر کرتی ہے کہ لوگوں پر سے پارٹی کا اثر زائل نہیں ہوا۔

نئی دہلی ۲۷ر فروری۔ سپریم کورٹ کے سپیشل ججوں کے سپیشل بنچ نے آج جالندھر کے سرکردہ زمیندار آئی سی گولک ناتھ اور دیگر زمینداروں کی رٹ درخواست رد کر دی جس میں مختلف صوبوں میں اہم زرعی قوانین کے آئینی جواز کو چیلنج کیا گیا تھا۔ عدالت نے اکثریتی [illegible] فیصلے کے اصول کا اعلان کیا۔ اور قرار دیا کہ آئندہ پارلیمنٹ کو کسی شہری کو اس کے بنیادی حق سے محروم کرنے کے لئے آئین میں ترمیم کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ شری گولک ناتھ نے آئین کی دھارا ۱۷ میں ترمیم کو چیلنج کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ اہم زرعی قوانین عدالت کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔ چیف جسٹس شری سبھا راؤ نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ۱۷ ترمیم ناجائز ہے۔ مگر عدالت نے مندرجہ بالا اصول کا اعلان کرتے ہوئے زور دیا کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ دیش کی اقتصادی صورت حال کے پیش نظر جائز ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سپریم کورٹ نے اپنے پہلے فیصلہ میں لکھا تھا کہ پارلیمنٹ کو آئین کی بنیادی حقوق کی دھاراؤں میں تبدیلی کا اختیار حاصل ہے۔

نئی دہلی ۲۷ر فروری۔ صدر کانگرس کامراج نے کل شام ایک انٹرویو میں کہا کہ میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ کانگرس پارلیمنٹری پارٹی کے لیڈر کا چناؤ اتفاق رائے سے ہو۔ شری کامراج کل صبح ہی مدراس سے دہلی پہنچے تھے۔ انہوں نے انتخابات کے متعلق پردھان منتری کے علاوہ شری مرارجی ڈیسائی اور شری نندہ کے ساتھ بھی تبادلہ خیال کیا۔ نامہ نگاروں نے ان سے پوچھا کہ نئے لیڈر کا چناؤ کب ہوگا۔ آپ نے جواب دیا کہ تاریخ کا فیصلہ پارلیمنٹری بورڈ کرے گا معلوم ہوا ہے کہ مرارجی ڈیسائی پردھان منتری کے عہدہ کا چناؤ لڑنے کے لئے ایسے جتنے خواہشمند نہیں ہیں خیال کیا جاتا ہے کہ ڈپٹی پردھان منتری کا عہدہ قائم کیا جائے گا اگر شریمتی اندرا پردھان منتری کا نہیں تو وہ ڈپٹی پردھان منتری کا عہدہ شری مرارجی ڈیسائی کو پیش کریں گی۔

نئی دہلی ۲۷ر فروری۔ سنکیت سوشلسٹ لیڈر ڈاکٹر رام منوہر لوہیا نے کل یہاں ایک انٹرویو میں کہا کہ اگلے ایک دو سال بھارت کی جمہوری طبیعت کو بحال کر کے بروئے کار لانا چاہیئے۔ اس کے بعد یا تو عام چناؤ ہوں گے یا تمام چیز ایک انقلاب کے دھماکہ سے اُڑ جائے گی۔ یا ڈکٹیٹر شپ قائم ہو جائے گی۔ ہماری بڑی مشکل یہ ہے کہ بطور قوم کے ہم استحکام کے بہت شیدائی ہیں۔ استحکام پہاڑوں اور درختوں کا ہوتا ہے انسانوں کے لئے تبدیلی حرکت ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تقریباً بارہ سو سال کے جمود کے بعد بھارتی سیاست میں حرکت اور تبدیلی کا دور شروع ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر لوہیا نے مزید کہا کہ جن صوبوں میں غیر کانگرسی وزارتیں بن رہی ہیں وہاں اُنہیں قیمتیں کم کرنے اور زرعی پیداوار بڑھانے کے سلسلہ میں کوئی دھماکہ خیز اقدامات کرنے چاہئیں ٹھاٹھ باٹھ اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا بند ہونا چاہیئے۔ بڑے لوگ جو کہ کورپٹ ہیں۔ اُنہیں پولیس کا ڈر ہونا چاہیئے اور پولیس کو عوام کا ڈر۔

اعلان منسوخی وصیت

مکرم اکبر حسین صاحب ولد [illegible] ساکن [illegible] ضلع محبوب نگر آندھرا کی وصیت نمبر ۱۴۹۶۲ غیر معمولی لمبا عرصہ [illegible] کی وجہ سے مجلس کارپرداز مصالح قبرستان نے اپنے فیصلہ نمبر ۵۶ مورخہ ۱۲/۲/۶۷ کے ذریعہ منسوخ کر دی ہے۔ متعلقہ جماعت کے عہدیداران اور احباب کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

دعائے مغفرت

مکرم ایم بشیر احمد صاحب پراچہ بعمر ستاون سال سرگودھا میں حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان کے سب بچے خورد سال ہیں۔ مکرم مرزا عبد الحق صاحب امیر صوبائی سابق پنجاب وبہاولپور نے لکھا ہے کہ اپنے خاندان میں دونوں میاں بیوی مخلص ترین تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوہ نے اپنی چوڑیاں فروخت کر کے مرحوم کا چندہ فضل عمر فاؤنڈیشن چودہ صدر روپیہ ادا کیا ہے۔ احباب مرحوم کے اہل وعیال کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار

ملک صلاح الدین مؤلف اصحاب احمد